اُردو

کُمار بھارتی

نویں جماعت

سرکاری فیصلہ نمبر : ابھیاس-۲۱۱۶/ (پر۔نمبر۱۶/۴۳) ایس ڈی-۴ مؤرّخہ ۲۵/اپریل ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کی گئی
رابطہ کار کمیٹی کی ۳/مارچ ۲۰۱۷ء کو منعقدہ نشست میں اس کتاب کو درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

مادری زبان کے نئے نصاب کے مطابق

اُردو

کُمار بھارتی

نویں جماعت

۲۰۱۷ء

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

بازو میں دیا ہوا 'کیو-آر کوڈ' نیز اس کتاب میں دیگر مقامات پر دیے ہوئے 'کیو-آر کوڈ' اسمارٹ فون کے ذریعے اسکین کیے جاسکتے ہیں۔ اسکین کرنے پر ہمیں اس درسی کتاب کی درس و تدریس کے لیے مفید لنک/لنکس (URL) دستیاب ہوں گے۔

پہلا ایڈیشن : 2017

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴
نئے نصاب کے مطابق مجلسِ مطالعات وادارات اور مجلسِ عاملہ نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

پیش لفظ

عزیز طلبہ!

نویں جماعت میں آپ کا استقبال ہے۔ اس جماعت میں آپ کی آموزش کے لیے 'اُردو کمار بھارتی' آپ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرّت ہو رہی ہے۔ آپ پہلی جماعت سے اُردو زبان پڑھتے آرہے ہیں۔ کئی مضامین اور نظمیں آپ نے پڑھی ہیں اور کئی مشہور و معروف مصنفوں کی تحریروں اور شاعروں کے کلام کا مطالعہ بھی آپ نے کیا ہے۔ گزشتہ کتابوں میں شائع کئی کہانیوں سے آپ لطف اندوز ہوئے اور آپ نے کئی سرگرمیاں مکمل کی ہیں۔ آپ اپنے اردگرد موجود تحریریں یعنی اخبارات و رسائل بھی پڑھتے ہوں گے۔ اب آپ نویں جماعت میں آچکے ہیں جہاں آپ مزید معیاری مواد کی تعلیم حاصل کریں گے اور زبان کو سمجھنے کی آپ کی صلاحیت مزید فروغ پائے گی۔

اُردو صرف ایک مضمون کا نام نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایک تہذیب جڑی ہوئی ہے۔ آپ اپنی روزمرہ زندگی میں ہمیشہ مادری زبان اُردو کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسکول میں آپ دیگر مضامین اُردو زبان ہی میں پڑھتے ہیں۔ زبان استعمال کرنے کے تعلق سے معیاری اُردو زبان کے استعمال پر زیادہ زور دیا جانا چاہیے۔ آپ کو اُردو مضمون پر جتنا عبور حاصل ہوگا، دوسرے مضامین کو سمجھنا اتنا ہی آسان ہوگا۔

ہمارا مقصد آپ میں یہ خوداعتمادی پیدا کرنا ہے کہ آپ اپنی زبان کو بہتر طور پر استعمال کرسکیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ میں سوالات پوچھنے کی صلاحیت پیدا ہو، آپ نئے علوم وفنون حاصل کریں اور تخلیقی اندازِ فکر اپنائیں اور تخلیق سے مسرت حاصل کریں اسی لیے ہم چاہتے ہیں کہ درسی کتاب میں موجود مشقوں اور سرگرمیوں میں آپ زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ اس کتاب کی آموزش کے دوران آپ کو جو بھی مشکل یا پریشانی محسوس ہو بلاخوف اپنے استاد کے سامنے اس کا اظہار کریں۔ اس کتاب میں ایسی کئی سرگرمیاں شامل ہیں جن سے آپ بذاتِ خود علم حاصل کرنے کے قابل بن سکیں گے۔ ان سرگرمیوں میں آپ جتنا حصہ لیں گے اتنا ہی زیادہ آپ کے علم میں اضافہ ہوگا۔

کتاب کے مواد کے بارے میں آپ کے تاثرات جان کر ہمیں بہت خوشی ہوگی۔ سال بھر آپ کی آموزش مسرت بخش رہے، یہی ہماری اُمید ہے۔

آپ کی عمدہ تعلیم اور بہتر مستقبل کے لیے نیک خواہشات!

(ڈاکٹر سنیل مگر)
ڈائرکٹر
مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴

پونہ-
تاریخ : ۲۸/اپریل ۲۰۱۷ء، اکشئے ترتیا
بھارتیہ سَور : ۸/ویشاکھ ۱۹۳۹

مجلسِ مطالعات وادارات

- ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (صدر)
- سلیم شہزاد (رکن)
- سلام بن رزّاق (رکن)
- احمد اقبال (رکن)
- ڈاکٹر قمر شریف (رکن)
- مشتاق بوبجکر (رکن)
- ڈاکٹر محمد اسداللہ (رکن)
- بیگم ریحانہ احمد (رکن)
- خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

مجلسِ مشاورت

- فاروق سیّد
- خان حسنین عاقب
- اعظمی محمد یٰسین محمد عمر
- خان انعام الرحمٰن شبیر احمد

Co-ordinator
Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

D.T.P. & Layout
Sayyed Asif Nisar,
Yusra Graphics,
Shop No. 5, Anamay Building,
305, Somwar Peth, Pune - 411 011

Cover: Shri Aaba Bhagwat

Production
Shri Sachchitanand Aphale,
Chief Production Officer
Shri R. Chindarkar, Prod. Officer
Shri R. Pandloskar, Asstt. Prod. Officer

Paper: 70 GSM Creamwove
Print Order: N/PB/2017-18/65000
Printer: M/s. Shree Printers, Pune

Publisher
Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 400 025

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو

ایک **مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ** بنائیں

اوراس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:

انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی ؛

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛

مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع،

اوران سب میں

اُخوّت کو ترقّی دیں جس سے فرد کی عظمت اورقوم کے اتّحاد اور سالمیت کا تیقّن ہو؛

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبّیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَن گَن مَن - اَدِھ نایک جَیَہ ہے
بھارَت - بھاگیَہ وِدَھاتا۔

پَنجاب، سِندھ، گُجراتَ، مَراٹھا
دراوِڑ، اُتکَل، بَنگ،

وِندھیہ، ہِماچَل، یَمُنا، گنگا،
اُچّھل جَل دِھ تَرَنگ،

تَو شُبھ نامے جاگے، تَو شُبھ آ ـشِس ماگے،
گاہے تَو جَیَہ گاتھا،

جَن گَن منگل دَایَک جَیَہ ہے،
بھارَت - بھاگیَہ وِدھاتا۔

جَیَہ ہے، جَیَہ ہے، جَیَہ ہے،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور مَیں اس کے عظیم و گونا گوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

نویں جماعت کی یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، پچھلی نصابی کتابوں سے قدرے مختلف ہے کیونکہ بچوں کے لیے مفت اور لازمی حق تعلیم کے قانون ۲۰۰۹ء کے مطابق از سرِ نو مرتب شدہ تعلیمی نصاب ۲۰۱۲ء کی روشنی میں، تشکیلِ علم کے نظریے اور سرگرمیوں کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ سرگرمی شیٹ (امتحانی پرچے) کے مطابق اس کتاب کی مشقیں تیار کی گئی ہیں۔ لہٰذا تدریس کے دوران درج ذیل اُمور کا لحاظ رکھا جائے تو سیکھنے اور سکھانے کا عمل منفعت بخش ہوگا۔

۱۔ **درسی کتاب کے مشمولات :** مروّجہ طریقے کے مطابق اس کتاب میں نثر و نظم دو علیحدہ حصوں میں شامل ہیں۔ نثری اسباق شامل کرتے وقت نثری اصناف کا خیال رکھا گیا ہے۔ یعنی نثری اسباق میں داستان، افسانہ، انشائیہ، سفرنامہ، سوانح، ڈراما، لسانیات پر مبنی مضمون وغیرہ نثری اصناف کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ہر سبق کے شروع میں 'پہلی بات' کے تحت ان اصناف کا تعارف دیا ہوا ہے تاکہ طلبہ سبق کی متعلقہ صنف سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

اُردو نثر کے ابتدائی نمونے داستانی ادب میں ملتے ہیں۔ اس لیے 'باغ و بہار' کے 'سیر پہلے درویش کی' کے قصے سے ایک سبق لیا گیا ہے۔ میر امن دہلوی کی اس کتاب میں اُردو نثر کے اوّلین نمونے ملتے ہیں۔ 'باغ و بہار' اُنیسویں صدی کے پہلے عشرے میں لکھی گئی تھی اس لیے اس زمانے کے املا اور نثری اسلوب اور جدید نثری اسلوب میں فرق ہے۔ 'سیر پہلے درویش کی' سبق میں قصداً قدیم املا اور طرز کو جوں کا توں رکھا گیا ہے تاکہ طلبہ اُردو نثر کے قدیم و جدید فرق کو محسوس کریں۔ حصہ نظم میں سیّد غلام چشتی کی غزل بھی قدیم اُردو کا نمونہ ہے۔ اساتذہ اُردو کے ان قدیم نمونوں کو پڑھاتے وقت اُردو کے تاریخی مدارج کو بھی پیش کریں تاکہ طلبہ از خود سیکھنے کی طرف مائل ہوں اور زندگی بھر سیکھتے رہنے کا تصوّر ان میں پروان چڑھے۔

۲۔ **بغیر تناؤ کے اکتساب کا عمل :** کتاب کے نثری اور منظوم مشمولات کو دلچسپ اور زباندانی کے لحاظ سے آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے طلبہ تناؤ کے بغیر ان کا اکتساب کر سکیں گے۔ آپ کو دورانِ تدریس جماعت میں ایسا اکتسابی ماحول تیار کرنا ہوگا کہ طلبہ سبق میں دلچسپی لے کر از خود سیکھنے کی طرف مائل ہوں اور اپنے طور پر تشکیلِ علم کا تجربہ حاصل کر سکیں۔

۳۔ **عالم کاری :** آج سائنس کی ترقی اور الیکٹرانک وسائل کی وجہ سے ہماری وسیع دنیا ایک چھوٹے سے گاؤں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ دنیا کے دور دراز حصوں کی معلومات چند منٹوں میں ہم تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی صورت حال میں دنیا کے حالات سے باخبر رہنا ضروری ہے۔ ہماری درسیات اور نصاب میں اس امر پر کافی توجہ دی گئی ہے۔ نویں کی درسی کتاب میں عالمی حالات سے باخبری کے لیے اسباق میں اضافی معلومات کے بعض خاکے دیے ہوئے ہیں۔ یہ خاکے متعلقہ سبق سے مربوط ہونے کے ساتھ طلبہ کو اضافی معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔ تدریس کا حصہ بنانے کے لیے ان خاکوں پر سوالات بھی کیے گئے ہیں اور سرگرمی طرز سے ان کا انطباق بھی کیا گیا ہے۔

۴۔ **سرگرمی اساس اسباق :** اس درسی کتاب میں اسباق اور منظومات کا انتخاب کچھ اس طرح عمل میں لایا گیا ہے کہ طلبہ دورانِ تدریس از خود تشکیلِ علم کر سکیں۔ ان اسباق میں سکھانے سے زیادہ سیکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ آپ بحیثیت سہل کار صرف سہل کاری ہی کرتے رہیں تو طلبہ زبان و ادب کی معتد بہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ کتاب کے بعض اسباق انٹرنیٹ اور دیگر الیکٹرانک

میڈیا سے بھی جوڑے جا سکتے ہیں۔ جیسے میر امن دہلوی، غالبؔ، میرؔ وغیرہ کی معلومات آپ نے انٹرنیٹ پر دیکھی ہیں۔ آپ ویسی ہی معلومات حاصل کرنے کے لیے طلبہ کو آمادہ کریں تاکہ آپ کی تدریس بھی پُر لطف ہو اور طلبہ کی آموزش بھی۔

۵۔ **زبان کی صلاحیتوں کے فروغ پر زور:** کتاب کے اسباق کے انتخاب میں اس امر کی طرف توجہ دی گئی ہے کہ طلبہ میں زبان کی چاروں صلاحیتوں کو فروغ حاصل ہو۔ بالخصوص لکھنے، پڑھنے اور بولنے کی صلاحیت کو اُبھارنے کے لیے اسباق میں خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ توقع ہے کہ آپ طلبہ کو ان چاروں صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے معیاری زبان بولنے کی مشق کرائیں گے تاکہ طلبہ معاشرے میں اُردو تہذیب کی نمائندگی کر سکیں۔

۶۔ **معانی و اشارات:** اسباق میں آنے والے مشکل لفظوں اور حوالوں کے معانی اور مفاہیم کی وضاحتوں پر خاص زور دیا گیا ہے۔ ان میں بعض لفظوں اور ترکیبوں کو پوری وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں الفاظ کے لغوی مفاہیم متن کے پس منظر میں واضح کیے گئے ہیں۔ کہیں لفظوں کا پرانا املا یا تلفظ ہو تو اسے بھی اس حصے میں وضاحت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ لغوی اور مرادی معانی کی تفہیم طلبہ کو متن کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ مشقوں میں بھی کچھ سرگرمیاں ایسی ہیں جن میں مشکل لفظوں کے معنی یا ان کے مترادفات پوچھے گئے ہیں۔ آپ کے لیے ضروری ہے کہ معانی و اشارات کے حصے پر توجہ دے کر طلبہ کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کریں۔ آج کل موبائل پر اُردو کی مختلف لغات آسانی سے دستیاب ہیں اور ان کا استعمال بھی نہایت آسان ہے۔ آپ طلبہ کو اس جانب بھی راغب کر سکتے ہیں۔

۷۔ **مشقیں:** 'سرگرمی شیٹ' پچھلے دو سال سے نویں جماعت کے امتحانات کے لیے استعمال ہو رہی ہے مگر درسی کتاب میں وہ شامل نہیں تھی۔ ۲۰۱۷ء کی نویں جماعت کی کتاب کی مشقیں اسی خاکے کے مطابق بنائی گئی ہیں۔ ان مشقوں میں سوالات 'بلا سوالیہ نشان' (Questions without question mark) کے نظریے کو اپنایا گیا ہے۔ مشقوں میں تنوع پیدا کرنے اور انھیں جاذب بنانے کے لیے ویب خاکے، رواں خاکے، شجری خاکے، جدولی تقسیم، معمے اور معروضی جوابات کی تکنیک پر زور دیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کی مدد سے یہ مشقیں طلبہ کی تشکیلِ علم کی صلاحیت میں قابلِ لحاظ اضافہ کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔ یہ تمام خاکے 'سرگرمی شیٹ' کو مدنظر رکھ کر تیار کیے گئے ہیں۔ کتاب میں شامل بعض سرگرمیاں امتحان کے نقطۂ نظر سے سرگرمی شیٹ کے لیے غیر موزوں ہیں۔ انھیں آزمائش اور امتحان کی سرگرمی شیٹ میں شامل نہ کریں۔

۸۔ **عملی قواعد:** اسباق پر مشتمل اور نصاب میں شامل قواعد زبان کو 'عملی قواعد' یعنی زبان کے روزمرہ استعمال کے پیش نظر آسان تر مثالوں اور وضاحتوں کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ قواعدی تفہیم کے لیے اسباق سے مثالوں کے مفصل تجزیے کے بعد قواعدی اصطلاح کی تعریف متعین کی گئی ہے۔ دوسری مماثل مثالیں ڈھونڈنے یا تیار کرنے کی ہدایات بھی یہاں شامل ہیں۔ آپ ان ہدایات کی روشنی میں قواعد پڑھائیں اور ایسے مواقع فراہم کریں کہ طلبہ از خود اپنے قواعدِ علمی کی تشکیل کر سکیں۔

۹۔ **مثالیں:** مشمولات کی آسان تدریس نیز طلبہ کی تفہیم میں آسانی پیدا کرنے کے لیے کتاب کی مشقوں میں مثالیں دی ہوئی ہیں۔ یہ مثالیں سرگرمی کو آسان بنانے اور متن کی مکمل توضیح کے لیے نہایت مفید ہیں۔ اساتذہ ان مثالوں کے علاوہ دیگر مثالیں بھی اپنے تدریسی عمل میں استعمال کر سکتے ہیں۔

۱۰۔ **وضاحتیں:** کتاب میں متن کی تفہیم کے لیے جگہ جگہ وضاحتیں کی گئی ہیں۔ اضافی معلومات کے خاکوں کے ذریعے متن کے بعض اہم نکات کی وضاحت اور معانی و اشارات کے ذیل میں بعض الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے۔ دورانِ تدریس آپ ان کا استعمال کر سکتے ہیں۔

۱۱۔ **تعریف وتوضیح** : کتاب کے متن کے درمیان آئی تراکیب کی توضیح وتعریف معانی واشارات کے ذیل میں کر دی گئی ہے۔ البتہ قواعد کے حصے میں آئی ہوئی اصطلاحات کی تعریف کے لیے وضاحتی طرز اپنایا گیا ہے۔ اس طریقے سے قواعد کی تفہیم میں آسانی پیدا ہوگی۔

۱۲۔ **مثالی پرچہ** : اس کتاب کے ساتھ ایک مثالی پرچہ بھی منسلک ہے۔ اس میں بورڈ کے منظور شدہ نمبرات کے مطابق سرگرمیاں دی ہوئی ہیں۔ سرگرمیوں کا خاکہ عین 'سرگرمی شیٹ' کے مطابق تیار کیا گیا ہے۔ طلبہ اگر اس پرچے کو ذہن نشین کر لیں اور آپ اس کی عملی مشق کرواتے رہیں تو اس جماعت اور آئندہ دسویں جماعت کے امتحان کا مرحلہ طلبہ کے لیے آسان ہو جائے گا۔

آزمائش اور امتحان کے لیے اساتذہ اقتباس (درسی/غیر درسی) کے انتخاب کے وقت ذیل کے نکات کو ذہن میں رکھیں۔

(i اقتباس کم از کم پندرہ اور زیادہ سے زیادہ بیس سطروں کا ہو۔
(ii اقتباس معنوی طور سے اپنے آپ میں مکمل ہو۔
(iii اقتباس میں سرگرمیوں کے لیے کافی مواد موجود ہو۔
(iv اقتباس کی زبان زیادہ مشکل نہ ہو۔ ان کے انتخاب کے وقت طلبہ کی اوسط ذہنی سطح کا خیال رکھا جائے۔

کتاب میں سرگرمی شیٹ کے حصہ دوم (شاعری) میں سوال ۲ (الف) اقتباسِ نظم اور سوال ۲ (ب) اقتباسِ غزل کو ہی شامل کیا گیا ہے۔ کتاب میں شامل شاعری کی دو اصناف 'رباعی' اور 'قطعہ' کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اساتذہ سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ ان پر بھی سرگرمیاں تیار کر کے ان کو اپنی آزمائشوں میں شامل کریں گے۔

اسی طرح کتاب میں دو طرح کی خواندگی (پڑھنا) درج ہے؛ ایک عمیق مطالعہ اور دوسرا اضافی مطالعہ۔ اضافی مطالعہ تدریس کے لیے نہیں ہوتا۔ یہ طلبہ کے عام مطالعے کی وسعت اور طلبہ کے فہم و ادراک اور عمیق مطالعے کے حاصل کی قدر پیمائی کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے امتحانی پرچوں میں اضافی مواد کا اقتباس نہیں دیا جاتا۔ صرف عمومی سوال، مرکزی سوال، نکات کی تشریح، زبان و بیان سے متعلق کرداروں، عنوان دینا وغیرہ طرز کی سرگرمیاں ہوتی ہیں لیکن سرگرمی شیٹ کے خاکے کی ضرورت کے پیش نظر اضافی مطالعے سے بھی اقتباس دیا گیا ہے۔ اساتذہ اس بات کا خیال رکھیں اور آزمائشوں میں سرسری مطالعے سے اقتباس نہ لیں۔

کتاب کا تشکیلی خاکہ

نویں جماعت کے لیے اُردو کی درسی کتاب 'کمار بھارتی' میں اُردو نثر کے اسباق کے متون کے موضوعات میں تنوّع کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ یہ فطرت، سماج، ملک وقوم اور عالمی اِنسانی برادری کے موضوعات ہیں جن میں تاریخ اور ادب کے مختلف نکات کو سمیٹا گیا ہے۔ نثری اسباق لکھنے والے حضرات اُردو ادب کے اہم علما و ادبا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ کتاب کے حصۂ نظم میں اُردو شاعری کی اہم اصناف مثلاً گیت، مثنوی، مرثیہ، قصیدہ، رباعی، غزل وغیرہ کا تعارف پیش نظر رہا ہے۔ زمانی لحاظ سے حصۂ نظم کا متن قدیم سے جدید تک کے زمانوں پر محیط ہے۔ نظموں کے موضوعات میں بھی کافی تنوّع ہے جو شاعری کے مختلف ادوار اور فنکارانہ رجحانات کی تصویر پیش کرتے ہیں۔

نثر و نظم کے انتخاب کے وقت کوشش کی گئی ہے کہ اُردو زبان کا لسانی، تہذیبی اور ملکی تصور واضح ہو جائے۔ کلاسک نثر و نظم کے نمونوں کے ساتھ جدید اور عصری ادبی تصورات پر مشتمل چیزیں طلبہ کے مطالعے کے لیے پیش کی جائیں۔ اُمید ہے کہ زبان، ملک اور معاشرے کو ماضی و حال کے آئینوں میں دیکھنے اور سمجھنے کے لیے اس کتاب کی مشمولات طلبہ کے لیے مدد و معاون ہوں گی۔ کتاب میں شامل اضافی مطالعہ تین افسانوں پر مشتمل ہے جو مہاراشٹر کے نمائندہ فنکاروں کی تخلیقات ہیں۔ ان افسانوں پر بھی عام نثری اسباق کی طرح تعارف اور مشق کو روا رکھا گیا ہے۔

اس کتاب میں جو مشقیں ہیں انھیں 'نئی تعلیمی پالیسی' کے پیش نظر سرگرمیوں کے مختلف زمروں کے تحت شامل کیا گیا ہے۔ شک وشبہ اور ابہام پیدا کرنے والی استفہامیہ صورتیں ان مشقوں میں نہیں۔ بلکہ طلبہ سے توقع کی گئی ہے کہ وہ دی ہوئی ہدایات کو سمجھ کر متوقع سرگرمیوں کو مکمل کر سکیں گے۔

نثر و نظم کے متن میں بعض اہم حوالوں کی وضاحت اور ان کی تفہیم کے لیے مشقیں زیرِ نظر کتاب کی ایک اور خصوصیت ہے۔ متن میں آنے والے غیر معروف یا کم معروف تصور، شخص، واقعے وغیرہ کے کسی قدر مفصل تعارف پر اقتباسات جگہ جگہ شاملِ کتاب ہیں۔ ان کا مطالعہ طلبہ کو زائد معلومات فراہم کرنے میں معاون ہوگا۔

اسباق پر مشتمل اور نصاب میں شامل زبان کی قواعد کو 'عملی قواعد' یعنی زبان کے روزمرہ استعمال کے پیش نظر آسان تر مثالوں اور وضاحتوں کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ قواعدی تفہیم کے لیے پہلے اسباق سے مثالیں دی گئی ہیں اور ان کے مفصل تجزیے کے بعد قواعدی اصطلاح کی تعریف متعین کی گئی ہے۔ دوسری مماثل مثالیں ڈھونڈنے یا تیار کرنے کی ہدایات بھی یہاں شامل ہیں۔

موجودہ زمانے میں درسی کتابیں جدید الیکٹرانک تکنیکوں کے استعمال سے خالی نہیں رہ سکتیں۔ QR کوڈ کے علاوہ کتاب میں شامل متعدد اسباق کے لیے ویب سائٹس کے پتے بھی درج کیے گئے ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے طلبہ ان پتوں سے مطلوبہ معلومات حاصل کر کے اپنے علم میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اب تمام اُردو درسی کتابیں بال بھارتی کی ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہیں۔

متوقع صلاحیتیں

سننا

۱۔ ریڈیو اور مختلف نشریاتی وسائل پر ہونے والے مباحثوں، مذاکروں میں پیش کیے جانے والے حقائق کی جانچ کرنا۔
۲۔ عوامی اعلانات کو غور سے سن کر ان کا مطلب سمجھنا اور ان میں دی گئی ہدایات کے مطابق عمل کرنا۔
۳۔ رسمی اور غیر رسمی گفتگو سن کر اپنے خیالات کا اظہار کرنا۔
۴۔ مختلف اصنافِ ادب کو سن کر سمجھنا اور ان سے لطف اندوز ہونا۔
۵۔ مختلف اصنافِ ادب کی سی ڈی سن کر اقسام کے مطابق ان کی درجہ بندی کرنا۔
۶۔ عوامی بول چال کی زبان، اس کے لب و لہجے اور لفظیات کی خصوصیات کا شعور ہونا۔

بولنا

۱۔ نظموں، گیتوں اور اجتماعی گیتوں کو رموزِ اوقاف کا خیال رکھتے ہوئے پیش کرنا۔
۲۔ اصنافِ ادب کی اقسام کی پیشکش کی قدر پیمائی کرنا۔
۳۔ موقع محل اور موضوع کی مناسبت سے اپنی رائے کے ذریعے اپنے مقابل کو قائل کرنا۔
۴۔ مختلف سرگرمیوں کی منصوبہ بندی میں حصہ لینا۔
۵۔ مؤثر بات چیت کے لیے آدابِ گفتگو کا خیال رکھنا۔
۶۔ مختلف اصنافِ ادب کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی کوشش کرنا۔

پڑھنا

۱۔ درسی اور غیر درسی مواد کو سمجھ کر معنی و مفہوم کا خیال رکھتے ہوئے بلند خوانی کرنا۔
۲۔ مناسب اُتار چڑھاؤ کے ساتھ رموزِ اوقاف کا خیال رکھتے ہوئے بامعنی بلند خوانی کرنا۔
۳۔ دی ہوئی عبارت کا مرکزی خیال، خلاصہ اور مفہوم کو سمجھ کر پڑھنا۔
۴۔ مختلف اصنافِ ادب کا بغور مطالعہ کر کے لطف اندوز ہونا۔
۵۔ انٹرنیٹ کے ذریعے سائٹس پر دستیاب معلومات کا مطالعہ کر کے اس سے استفادہ کرنا۔
۶۔ عوامی مقامات پر درج ہدایات پڑھ کر ذاتی رائے قائم کرنا۔

لکھنا

۱۔ املا نویسی کے وقت خوشخطی کے اُصولوں کی پوری پابندی کرنا۔
۲۔ سنے یا پڑھے گئے مواد کے مفہوم کے مطابق تیار کیے گئے نوٹس کے نکات کی توسیع کرنا۔
۳۔ دیے گئے موضوع کو اپنے طور پر دوبارہ لکھنا۔
۴۔ ذاتی طور پر لکھتے وقت محاورے، کہاوتیں، تراکیب اور اقوالِ زریں کا بخوبی استعمال کرنا۔
۵۔ دیے گئے موضوع پر آزادانہ طور پر مؤثر مواد تیار کرنا۔
۶۔ کسی واقعہ یا حادثہ پر تجزیاتی مضمون لکھنا۔
۷۔ پیش آئے واقعات، تقریبات اور حادثات کی روداد لکھنا۔

مطالعہ کی صلاحیت

۱۔ حوالوں کے لیے لغت کا استعمال کرنا۔
۲۔ دیے گئے عنوان پر ذاتی خیالات بالتفصیل واضح کرنا۔
۳۔ تقریبات کی روداد تیار کرنا۔
۴۔ ہماری زبان اور دیگر عوامی بولیوں میں استعمال ہونے والے محاوروں اور کہاوتوں کی فہرست تیار کرنا اور موضوع و مفہوم کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی کرنا۔
۵۔ جدید تکنیک کا استعمال کر کے اُردو اور دیگر زبانوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا۔
۶۔ مختلف اصنافِ ادب کی خصوصیات کی بنا پر درجہ بندی کرنا۔
۷۔ زبان کے فروغ کے لیے Apps استعمال کرنا۔
۸۔ مختلف سماجی مسائل پر ہونے والی گفتگو میں شامل ہو کر خیالات کا اظہار کرنا۔

قواعد

۱۔ زبان کے صرفی و نحوی اُصولوں سے واقفیت۔
۲۔ زبان کے صحیح استعمال کی اہلیت پیدا کرنا۔
۳۔ شعری محاسن سے آگاہی۔
۴۔ صحت الفاظ کے ساتھ زبان کو برتنے کا شعور۔
۵۔ صنعتِ لفظی کی پہچان۔

فہرست

نمبر شمار	اسباق	صنف	موضوعات	شاعر/مصنف	صفحہ نمبر
حصّۂ نثر					
۱۔	حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	سوانح	مذہبی شخصیت	ادارہ	۱
۲۔	پوس کی رات	افسانہ	کسانوں کی مفلسی	منشی پریم چند	۶
۳۔	دعوت	مضمون	مزاح	رشید احمد صدیقی	۱۳
۴۔	تہنید	مضمون	زبان شناسی	سیّد سلیمان ندوی	۲۰
۵۔	قسمت بیگ	ڈراما	تہذیبی صورت حال	سلام بن رزّاق	۲۵
۶۔	بغداد کا سفر	سفرنامہ	تہذیب وثقافت	سجاد حیدر یلدرم	۳۴
۷۔	بخار	انشائیہ	انسانی ہمدردی	ڈاکٹر محمد اسداللہ	۳۹
۸۔	سَیر پہلے دُرویش کی	داستان	اخلاقیات	میر امّن دہلوی	۴۳
۹۔	خطوط	مکتوب نگاری	آپسی رشتے	حبیب الرحمٰن الصدیقی	۵۰
حصّۂ نظم					
۱۔	حمد	نظم	اللہ کی تعریف	جگن ناتھ آزاد	۵۴
۲۔	داتا، دے دے گیان	گیت	دعا	میراجی	۵۷
۳۔	بارش کی مذمّت میں	مثنوی	موسم کا اثر	میر تقی میر	۶۰
۴۔	میرا سفر	نظم	زندگی کا تسلسل	علی سردار جعفری	۶۴
۵۔	تلک کی موت پر	مرثیہ	شخصی مرثیہ	چکبست لکھنوی	۶۸
۶۔	ایکتا کی آواز	نظم	حب وطن	بکّل اُتساہی	۷۱
۷۔	ہم نے کار خریدی	نظم	ظرافت	ساغر خیامی	۷۴
۸۔	صبح دم دروازۂ خاور کھلا	قصیدہ	مدح وتوصیف	مرزا غالب	۷۷
۹۔	رباعیات	رباعی		میر انیس، مرزا دبیر، اکبر الہ آبادی، فراق گورکھپوری	۸۱
۱۰۔	قطعات	قطعہ		محمد ابراہیم ذوق، وحیدالدین سلیم، ساحر لدھیانوی، عبدالحمید عدم	۸۴
۱۱۔	غزلیات	غزل		غلام حسین ایلچ پوری، مرزا محمد رفیع سودا، داغ دہلوی، ناصر کاظمی، کلیم عاجز، مجروح سلطان پوری، ساجدہ زیدی	۸۷
متن برائے اضافی مطالعہ					
۱۔	آخری خواہش	افسانہ	انسانی رشتے	انور قمر	۱۰۰
۲۔	۱۹/ مارچ ۲۱۵۰ء	افسانہ	سائنس فکشن	نورالحسنین	۱۰۳
۳۔	ڈاکو طے کریں گے	افسانہ	سیاسی طنز	م۔ ناگ	۱۰۷

۱ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف

اِدارہ

پہلی بات : اسلامی تاریخ میں پیغمبرِ اسلام حضرت محمدؐ کے اصحابؓ کی زندگیوں کے حالات اور ان کے کارناموں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے اپنی گزشتہ اُردو درسی کتابوں میں خلفائے راشدین اور بعض اصحابؓ کے حالاتِ زندگی پڑھے ہیں۔ اسلام کے لیے ان کی قربانیوں کے واقعات سے بھی آپ واقف ہیں۔ اصحابِ کرامؓ کے انسانی، اخلاقی اور ایمانی جذبات اور ان کے الطاف وخلوص کی وجہ سے دس اصحابؓ کو حضورِ اکرمؐ نے ان کی مبارک زندگی ہی میں جنتی ہونے کی خوش خبری سنا دی تھی۔ ذیل میں ایک ایسے ہی صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی زندگی کے سبق آموز حالات پیش کیے جا رہے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے اور اسلام لانے کے بعد ان کی زندگی میں کیا انقلابات آئے۔ انھوں نے مشکل حالات کا مقابلہ کیسے کیا اور اخوّت، محبّت اور عقیدت کی کیسی عمدہ مثالیں پیش کیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی زندگی کا شخصی مطالعہ سماج اور اس کے افراد سے خلوص و یگانگت کی مثال بھی ہے۔

سوانح نگاری : سوانح نگاری یا سوانح عمری ایک بیانیہ صنف ہے۔ زندگی کے واقعات کو تاریخ اور ترتیب کے ساتھ لکھنا سوانح نگاری ہے۔ سوانح نگاری میں جس شخص کی زندگی کے حالات لکھنا مقصود ہوں، اس کے مزاج اور اس کی نفسیات اور اصل فطرت کو بھی سوانح نگار سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ سوانح کا موضوع کسی ایسی شخصیت کو بنایا جاتا ہے جس نے ادبی، سیاسی یا سماجی سطح پر کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہو لیکن سوانح نگار صرف شخصیت ہی کو موضوع نہیں بناتا بلکہ اس شخص کے عہد، تہذیبی و ثقافتی نیز سیاسی و سماجی صورتِ حال کا بھی تجزیہ کرتا ہے۔ اُردو کی اہم سوانح عمریوں میں 'یادگارِ غالبؔ' اور 'حیاتِ جاوید' (حالؔی)، 'الفاروق' اور 'سیرۃ النبیؐ' (شبلؔی)، 'سیرۃِ عائشہؓ' (سیّد سلیمان ندوی)، 'غالب نامہ' (شیخ محمد اکرام) وغیرہ شامل ہیں۔

غلّے، کپڑے اور ضروریاتِ زندگی کے مال و اسباب سے لدے ہوئے سات سو اونٹوں کا قافلہ مدینے کی گلیوں سے گزر رہا تھا۔ خشک سالی نے عوام کو افلاس اور بدحالی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان حالات میں بچے اس قافلے کو حسرت بھری نظروں سے اور مدینے کے بوڑھے اور نوجوان حیرت اور اُمید سے دیکھ رہے تھے کہ کاش اس میں ہمارا بھی کچھ حصّہ نکل آئے۔

قافلے کی آمد پر شور اتنا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ قافلے کو دیکھنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کو آوازیں دے رہے تھے۔ اس شور کے متعلّق حضرتِ عائشہؓ نے کسی سے دریافت کیا تو آپؓ سے کہا گیا کہ مدینے میں آیا ہوا سات سو اونٹوں کا یہ قافلہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا ہے اور اس قافلے کے اونٹ مال و اسباب سے لدے ہوئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی آپؓ فرمانے لگیں، "اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں جو کچھ دیا ہے، اس میں برکت دے۔ یقیناً آخرت کا ثواب بڑا ہے۔ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف سست روی سے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔"

حضرت عائشہؓ کی یہ بات اس شخص نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف تک پہنچا دی تو انھوں نے اونٹوں پر سے سارا مال اُتروایا اور مدینے کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ وہی عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہیں جنھوں نے حضرت محمدؐ کے حکم پر مکے سے مدینہ ہجرت کی تھی۔ تب وہ مفلس اور تنگ دست تھے۔ حضورؐ نے مدینے کے انصار اور مہاجرین کے درمیان رفاقت و اُخوّت کا رشتہ قائم کیا تو حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری، حضرت عبدالرحمٰنؓ کے بھائی بن گئے۔ مدینے میں اس وقت حضرت سعدؓ سب سے زیادہ مالدار تھے۔ انھوں نے اپنے دینی بھائی کو اپنی آدھی جائداد دینی چاہی مگر انھوں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا، "بھائی! مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دو۔"

اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن کا نام عبدعمرو تھا مگر اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت محمدؐ نے ان کا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ وہ بنی زہرہ بن کِلاب کے خاندان میں ۵۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے نہایت وجیہہ، دراز قد، مضبوط جسم والے اور پھرتیلے تھے۔ وہ ان آٹھ صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے قبولِ اسلام میں پہل کی تھی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی وہ شراب نوشی سے متنفر اور بت پرستی سے بیزار تھے۔ رسولِ اکرمؐ کی تعلیمات نے ان کے قلب و ذہن کو ایسی جلا بخشی کہ ابتدائی دور ہی میں انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ مشرکینِ مکہ کے ظلم وستم کا وہ شکار ہوئے مگر صبر و تحمل کے ساتھ انھوں نے ساری تکلیفوں کو برداشت کیا، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہجرت کا حکم نافذ ہوا۔ چنانچہ دیگر مسلمان ساتھیوں کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر مشرکینِ مکہ کے قبولِ اسلام کی غلط خبر سن کر تمام مسلمان جب حبشہ سے مکہ لوٹ آئے تو ان پر دوبارہ ظلم وستم ہونے لگا۔ تب حضورؐ کے حکم سے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مدینہ ہجرت کرلی۔ مدینہ پہنچ کر انھوں نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ شروع میں وہ بازار سے کچھ مال خریدتے اور اسے وہیں فروخت کردیتے اور منافع کے پیسوں میں سے کچھ پس انداز کرتے، کچھ اپنی ذات پر خرچ کرتے۔ رفتہ رفتہ ان کی تجارت بڑھتی گئی اور ان کا شمار مدینے کے بڑے تاجروں میں ہونے لگا۔ تجارت میں اپنی ترقی دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰنؓ خود حیران رہتے۔ ان کی تجارت دنیا کے تمام عیوب سے پاک تھی۔ حرام مال کا ایک ذرّہ بھی اس ملک التجار کے مال میں نہیں پایا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے پچاس ہزار دینار اللہ کی راہ میں تقسیم کرنے کی وصیت کی تو حضرت عثمانِ غنیؓ نے خود مخیّر و متموّل ہونے کے باوجود حضرت عبدالرحمٰنؓ کے مال میں سے اپنا حصّہ یہ کہتے ہوئے طلب کیا کہ ”عبدالرحمٰن کا مال حلال اور صاف ہے۔ اس کا ایک لقمہ بھی باعثِ برکت و عافیت ہے۔“ دولت کی ایسی فراوانی اور صالح زندگی کے باوجود حضرت عبدالرحمٰنؓ پر ہمیشہ خدا کا خوف طاری رہتا اور ان کی زبان سے کبھی ایسے الفاظ بھی ادا ہوجاتے کہ ”مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا ہی میں نہ دے دیا جائے۔“

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی وسیع پیمانے پر تجارت ہونے کے باوجود دولت کمانے میں ان کا انہماک کبھی دیکھا نہیں گیا۔ عرب کے بڑے تاجروں میں ان کا شمار ہونے کے بعد بھی انھوں نے کبھی اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کی کوشش نہ کی۔ بالعموم مال ومتاع اور دولت وثروت کے زعم میں آدمی خدا فراموش ہی نہیں، اپنوں سے بھی بیزار ہوجاتا ہے مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ کا یہ عالم تھا کہ تجارت سے جو کچھ حاصل ہوتا اسے غربا و مساکین اور اہل وعیال پر بے دریغ خرچ کردیتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ سارے کے سارے اہلِ مدینہ ابنِ عوف کے مال میں شریک ہیں۔ دولت کمانے اور اسے سینت سینت کر رکھنے کے لیے انھوں نے کبھی تجارت نہیں کی۔ دین کے کاموں میں وہ بے انتہا خرچ کرتے۔ وہ اپنی تجارت کے نفع کا اندازہ خدا کی راہ میں خرچ ہونے والی دولت سے کرتے تھے۔ وہ قناعت پسندی اور استغنا کے لیے سارے مدینے میں مشہور تھے۔

یہ وہ خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے وہ اصحابؓ میں نمایاں نظر آتے تھے۔ اس پر مستزاد ان کی سادہ اور بے ریا زندگی تھی جس میں افلاس سے امارت تک کے حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وہ جب تنگ دست تھے اس وقت بھی سخاوت میں اپنی کشادہ قلبی کا ثبوت دیتے رہے اور جب امارت ہاتھ آئی تو عطا کی کشادگی میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب جنگی ساز وسامان کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے دوسو اُوقیہ سونا اللہ کی راہ میں پیش کردیا۔ مدینے کے اس وقت کے حالات کے لحاظ سے یہ امداد بہت زیادہ تھی۔ اس کثیر رقم کو دیکھ کر حضورؐ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے پوچھا کہ اپنے خاندان کے لیے کیا چھوڑا تو انھوں نے جواب دیا، ”جس رزقِ خیر اور اجر کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے وعدہ فرمایا ہے،

اتنا مال میں نے اپنے اہلِ خانہ کے لیے چھوڑا ہے۔" یہی وہ ایمانی جذبہ تھا جس کی بدولت حضرت عبدالرحمٰنؓ کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اسی بشارت کی بنا پر عشرۂ مبشرہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو دنیاوی جاہ و مال سے ذرا دلچسپی نہیں تھی۔ انتقال سے پہلے حضرت عمرؓ نے جن چھے صحابہؓ کو خلیفۂ اسلام کے انتخاب کے لیے نامزد کیا تھا، ان میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بھی شامل تھے۔ سب سے پہلے وہ بذاتِ خود خلافت کے منصب سے یہ کہتے ہوئے دستبردار ہوگئے کہ "اللہ کی قسم! اگر میرے حلق پر چھری رکھ دی جائے تو یہ چیز مجھے خلافت سے زیادہ پسند ہے۔" بالآخر ان ہی کی ایما پر حضرت عثمانؓ بن عفان خلیفہ بنائے گئے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف تجارت کے ساتھ زراعت بھی کرتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد اللہ کے رسولؐ نے وہاں کی ایک کشادہ اراضی ان کے نام کردی تھی۔ انھوں نے اپنی ذاتی دولت سے بھی کئی کھیتیاں خرید لی تھیں۔ وہ کھیتوں کی فصل بھی تجارتی مال کی طرح غربا میں تقسیم کردیتے تھے۔ ایک موقع پر انھوں نے زمین کا ایک ٹکڑا چالیس ہزار دینار میں خریدا اور اسے بنی زہرہ کے غربا اور مساکین نیز اُمہات المومنین میں تقسیم کردیا۔ آخر عمر میں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنی کل جائداد فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کی وصیت کی تو غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے سو صحابہؓ میں سے ہر ایک کے حصے میں چار سو دینار اور وراثت میں ان کی ہر بیوی کے حصے میں اسّی ہزار دینار آئے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ تجارت اور زراعت ہی میں مصروف نہیں رہتے بلکہ غزوات میں بھی شریک ہوتے تھے۔ مگر جنگ و جدل سے زیادہ وہ امن و خیر خواہی کے راستے کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی حکمتِ عملی کی وجہ سے دومۃ الجندل کی جنگ کے موقع پر پورا علاقہ پرامن طور پر فتح ہوگیا اور دشمنوں نے اپنی شکست تسلیم کرلی۔ اس موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو یہ نصیحت کی تھی کہ جنگ میں بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل مت کرنا اور جنگ سے قبل انھیں احسن طریقے سے سمجھانا۔ جنگِ اُحد میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے ان کے استقلال میں ذرا سی بھی کمی نہیں ہوئی۔ کامرانی کے ساتھ واپس لوٹے تو ان کا جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ ان زخموں کی وجہ سے ان کے ایک پیر میں لنگ آ گیا تھا۔ اسی جنگ میں ان کے چند دانت بھی ٹوٹ گئے تھے۔ اس طرح میدانِ کارزار ہو یا تجارت کا بازار، عبدالرحمٰنؓ بن عوف دونوں میدانوں میں مستعد رہے۔ انھوں نے اپنی بے لوث خدمات سے دین کو خوب نفع پہنچایا۔

پچھتّر برس کی عمر میں ۶۵۲ء میں حضرت عبدالرحمٰنؓ کا انتقال ہوا۔ جانکنی کی حالت میں ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ احباب کے پوچھنے پر کہنے لگے، "مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میری دولت کی وجہ سے میں اپنے دوستوں سے دور نہ کردیا جاؤں۔" اسی حالت میں حضرت عائشہؓ کی جانب سے آپ کو یہ خوش خبری پہنچائی گئی کہ ان کی قبر حجرۂ عائشہؓ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں بنائی جائے۔ مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ مجھے حیا محسوس ہوتی ہے کہ اس بلند جوار میں مَیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں لیٹوں۔ ان کے جنازے کی نماز حضرت عثمان بن عفانؓ نے پڑھائی جس میں وقت کے جلیل القدر صحابہؓ موجود تھے۔

میں یہاں بھی ہوں...

- پانچویں جماعت: حضرت ابوبکر صدیقؓ
- چھٹی جماعت: حضرت عمرؓ بن خطاب
- ساتویں جماعت: حضرت عثمانؓ بن عفّان
- آٹھویں جماعت: حضرت علیؓ بن ابی طالب

میں یہاں بھی ہوں...

- چھٹی جماعت: تاریخ اور شہریت: صفحہ ۲۴
  ۵ء۵ – مذہب اسلام

معانی واشارات

خشک سالی	قحط
انصار	حضورؐ کی ہجرت کے موقع پر مہاجرین کی مدد کرنے والے مدینے کے مسلمان
مہاجرین	مہاجر کی جمع، ہجرت کرنے والے
متنفر	نفرت کرنے والا
پس انداز کرنا	بچت کرنا، بچانا
متموّل	دولت مند
بالعموم	عام طور پر
خدا فراموش	خدا کو بھول جانے والا
سینت سینت کر رکھنا	سنبھال کر رکھنا
استغنا	بے نیازی
مستزاد	زیادہ
کشادہ قلبی	دل کا بڑا ہونا
اوقیہ	تقریباً اٹھائیس گرام کا وزن
بشارت	خوش خبری
عشرۂ مبشرہ	وہ دس صحابہؓ جنھیں زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔
دست بردار ہو جانا	الگ ہو جانا، ہاتھ اُٹھا لینا
ایما	مرضی
مساکین	مسکین کی جمع، غریب
اُمہات المومنین	مومنوں کی مائیں (حضورؐ کی بیویاں)
فی سبیل اللہ	اللہ کی راہ میں (اللہ کی خوشی کے لیے)
غزوات	غزوہ کی جمع، وہ جنگیں جن میں رسولِ اکرمؐ نے شرکت فرمائی تھی۔
استقلال	قائم رہنا، مضبوطی
لنگ	لنگڑا پن
کارزار	جنگ
جاں کنی	جان نکلنے کی حالت
جوار	پڑوس
جلیل القدر	اعلیٰ درجے کا

مشق

✳ مصنف کے نام کے سامنے سوانح کا نام لکھیے۔

الطاف حسین حالؔی ....

شبلؔی نعمانی ....

شیخ محمد اکرام ....

سیّد سلیمان ندوی ....

✳ سبق کی روشنی میں خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ ....کی آمد پر شور اتنا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ (کارواں ، قافلے ، قائد)

۲۔ حضورؐ نے مدینے کے انصار اور مہاجرین کے درمیان ....کا رشتہ قائم کیا۔ (رفاقت و اخوت ، دوستی و برادری ، بھائی بہن)

۳۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو دنیاوی جاہ و مال سے ذرا.........نہیں تھی۔ (بے اعتنائی ، دلچسپی ، محبت)

۴۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی نمازِ جنازہ............ نے پڑھائی۔ (حضرت عثمانؓ بن عفان ، حضرت علیؓ ، حضرت ابوبکرؓ)

✳ سبق کے حوالے سے درج ذیل کے لیے ایک لفظ لکھیے۔

۱۔ حضورؐ کی ہجرت کے وقت مسلمانوں کی مدد کرنے والے مدینہ کے مسلمان - ....

۲۔ حضورؐ کے حکم پر مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے مسلمان - ....

۳۔ حضورؐ کی بیویاں - ....

۴۔ وہ صحابہؓ جنھیں زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی - ....

✳ ویب شکل مکمل کیجیے۔

- اسلام قبول کرنے سے پہلے کا نام ....
- خاندان ....
- حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف
- پہلی ہجرت ....
- ان کا شمار ....

✳ ”حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف پر ہمیشہ خدا کا خوف طاری رہتا۔“ اس احساس کو ظاہر کرنے والا جملہ لکھیے۔

✳ ”سارے اہلِ مدینہ ابن عوف کے مال میں شریک ہیں۔“ اس بیان کی سند پیش کرنے والے جملے لکھیے۔

✳ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی چار خوبیاں لکھیے۔

✳ خط کشیدہ لفظوں کے ہم معنی لفظ لکھیے۔

۱۔ دولت کمانے اور سینت سینت کر رکھنے کے لیے انھوں نے کبھی تجارت نہیں کی۔

۲۔ وہ قناعت پسندی اور استغنا کی وجہ سے سارے مدینے میں مشہور تھے۔

۳۔ سب سے پہلے وہ بذاتِ خود خلافت کے منصب سے دستبردار ہو گئے۔

۴۔ میدانِ کارزار ہو یا تجارت کا بازار، وہ دونوں میدان میں مستعد رہے۔

۵۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپؓ نے دو سو اوقیہ سونا پیش کیا۔

۶۔ قافلے کو دیکھنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کو آوازیں دے رہے تھے۔

انٹرنیٹ کی دنیا سے

www.rekhta.com

✳ ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔

۱۔ تجارت، زراعت، غزوات، دولت
(جمع کا لفظ پہچانیے)

۲۔ سات سو اونٹوں کا قافلہ مدینے کی گلیوں سے گزر رہا تھا۔ (صفت عددی تلاش کر کے لکھیے)

۳۔ ”عبدالرحمٰن کا مال حلال اور صاف ہے۔“
(زمانہ لکھیے)

اضافی معلومات

غزوۂ تبوک

ملکِ شام کے ایک شہر کا نام تبوک ہے۔ یہ روم کی سرحد سے لگا ہوا ہے۔ ۹ھ میں حضرت محمدؐ کو یہ خبر ملی کہ بادشاہِ روم ہرقل قیصر مدینے پر حملے کے لیے ایک لشکر تیار کر رہا ہے۔ اس لیے آپؐ نے بھی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس وقت سارے حجاز میں قحط سالی پھیلی تھی۔ گرمی نہایت شدید تھی۔ تمام لوگ عسرت اور تنگی کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اس لیے اس جنگ کے لیے جانے والے لشکر کو 'جیش العُسرۃ' کہتے ہیں۔ البتہ موسم بہار کا تھا اور کھجوریں پک رہی تھیں۔ اس موقع پر مسلمانوں کے عزم کو ڈانوا ڈول کرنے کے لیے مُشرکوں نے مسلمانوں کو شدید گرمی سے ڈرایا تو کبھی کھجور کی فصل کے بہانے سے بہکایا مگر مسلمانوں کے پائے استقلال میں لرزش نہ ہوئی۔ اس جنگ کے موقع پر حضرت عثمانؓ نے گھر کا آدھا مال جنگ کے لیے وقف کر دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اہلِ خانہ کے لیے گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ مسلمانوں کا لشکر جب تبوک پہنچا تو رومی فوجیں وہاں سے منتشر ہو گئیں اور بلا جنگ کے امن قائم ہو گیا۔ جو لوگ رومی حکومت کی جانب سے وہاں ٹھہرے ہوئے تھے انھوں نے آپؐ سے مصالحت کر لی۔

۱۔ تبوک کا محلِ وقوع بیان کیجیے۔

۲۔ روم کے بادشاہ کا نام لکھیے۔

۳۔ تبوک کے لشکر کو 'جیش العُسرۃ' کہا جاتا ہے۔ وجہ بیان کیجیے۔

۴۔ مسلمانوں کو جنگ سے روکنے کے لیے مُشرکوں نے جو تدبیریں کیں، انھیں اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۲ پوس کی رات

منشی پریم چند

پہلی بات :

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ کا ایک مشہور شعر ہے ۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی　　　اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

ہمارے ملک میں تقریباً سات لاکھ دیہات ہیں۔ ان دیہاتوں میں زیادہ تر کسان رہتے ہیں مگر یہ نہایت افسوس ناک بات ہے کہ سب کے لیے اناج اُگانے والا کسان اکثر خود مفلسی اور کسمپرسی کی زندگی گزارتا ہے۔ اسی لیے علامہ اقبالؔ اپنے اس شعر میں کہتے ہیں کہ جس کھیت سے کسان کو روزی نہ ملے، اُس کھیت کو آگ لگا دینا چاہیے۔ کہانی 'پوس کی رات' بھی ایک کسان کی مفلسی اور مجبوری کی عبرت ناک تصویر پیش کرتی ہے۔ ساتھ ہی اس کہانی میں پسماندہ طبقے کی زندگی کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ کہانی آزادی سے پہلے لکھی گئی تھی مگر آزادی کے ستّر سال بعد آج بھی کسانوں کی حالتِ زار میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ اُس زمانے میں وہ مہاجنوں سے قرض لیتے تھے اور اُن کی ساری عمر قرض چکانے میں گزر جاتی تھی آج وہ بینکوں سے قرض لیتے ہیں اور اُس قرض کو ادا کرتے کرتے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ آپ نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ بعض اوقات وہ قرض ادا نہ کر پانے کے خوف سے اپنی جان تک دے دیتے ہیں۔

جان پہچان :

پریم چند کو متفقہ طور پر اُردو اور ہندی کا پہلا افسانہ نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ بنارس کے ایک گاؤں لمہی (پانڈے پور) میں ۳۱؍جولائی ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ اپنی ادبی زندگی کا آغاز انھوں نے نواب رائے کے نام سے کیا۔ پھر وہ پریم چند کے قلمی نام سے لکھنے لگے اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے گاؤں میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ سرکاری ملازم ہو گئے۔ شروع میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ اُنھیں بچپن ہی سے لکھنے کا شوق تھا۔ ۱۹۰۸ء میں اُن کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ 'سوزِ وطن' کے نام سے شائع ہوا جس پر انگریزی حکومت نے پابندی عائد کر دی۔ پریم چند نے تین سو سے زیادہ افسانے اور بارہ ناول لکھے ہیں جن میں 'گئودان، غبن، میدانِ عمل، بازارِ حسن' اہم ہیں۔ اُن کے افسانوں کا ایک ایک لفظ انسانی دردمندی کے جذبے سے سرشار نظر آتا ہے۔ وہ ۸؍اکتوبر ۱۹۳۶ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

افسانہ :

اُردو کی بیانیہ اصناف میں سب سے زیادہ مقبولیت افسانے کو ملی۔ افسانے کے ذریعے فرد کی زندگی کے کسی ایک پہلو، کسی ایک نفسیاتی یا جذباتی کیفیت یا کسی ایک تجربے کو بیان کیا جاتا ہے۔ افسانے کی کوئی قطعی تعریف ممکن نہیں ہے۔ اس کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں مثلاً افسانہ کسی ایک واقعے کا بیان ہوتا ہے جس میں ابتدا، وسط اور انجام ہو۔ افسانے میں واقعات کا بیان، کرداروں کی گفتگو اور منظر و ماحول کی پیش کش بہت نپی تلی اور تاثر سے بھرپور ہونی چاہیے۔ افسانے کے فن میں پلاٹ، کردار، زمان و مکان، مرکزی خیال اور اسلوب کی خاص اہمیت ہے۔

ہلکو نے آکر اپنی بیوی سے کہا، "شہنا آیا ہے۔ لاؤ جو روپے رکھے ہیں، اسے دے دوں۔ کسی طرح گردن تو چھوٹے۔"

مُنّی بہو جھاڑو لگا رہی تھی، پیچھے پھر کر بولی، "تین ہی تو روپے ہیں، اسے دے دو گے تو کمبل کہاں سے آئے گا؟ ماگھ پوس کی رات کھیت میں کیسے کٹے گی؟ اس سے کہہ دو کہ فصل پر روپے دے دیں گے۔ ابھی نہیں ہیں۔"

ہلکو تھوڑی دیر تک چپ کھڑا رہا اور اپنے دل میں سوچتا رہا، پوس سر پر آ گیا ہے۔ بغیر کمبل کے رات کو وہ کسی طرح کھیت میں نہیں سو سکتا مگر شہنا مانے گا نہیں۔ وہ گھڑکیاں دے گا، گالیاں بکے گا۔ بلا سے جاڑے میں مریں گے، یہ بلا تو سر سے ٹل جائے گی۔..... یہ سوچتا ہوا وہ بیوی کے پاس گیا اور خوشامدانہ لہجے میں بولا، "لا دے دے، گردن تو کسی طرح سے بچے...کمبل کے لیے کوئی تدبیر سوچوں گا۔"

مُنّی آنکھیں ٹیڑھی کر کے بولی، "کر چکے دوسری تدبیر، ذرا سنوں تو کون سی تدبیر کرو گے۔ کون کمبل خیرات میں دے دے گا؟ نہ جانے کتنا روپیہ باقی ہے جو کسی طرح ادا ہی نہیں ہوتا۔ میں کہتی ہوں، تم کھیتی کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ مر مر کر کام کرو، پیداوار ہو تو اس سے باقی ادا کرو، چلو چھٹی ہوئی۔ باقی چکانے کے لیے ہی تو ہمارا جنم ہوا ہے... ایسی کھیتی سے باز آئے۔ میں روپے نہ دوں گی، نہ دوں گی۔"

ہلکو رنجیدہ ہو کر بولا، "تو کیا گالیاں کھاؤں؟"

منی نے کہا، "گالی کیوں دے گا؟ کیا اس کا راج ہے؟" مگر یہ کہنے کے ساتھ ہی اس کی تنی ہوئی بھنویں ڈھیلی پڑ گئیں۔ اس نے طاق پر سے پیسے اُٹھائے اور لا کر ہلکو کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ پھر بولی، "تم اب کھیتی چھوڑ دو، مزدوری میں سکھ سے ایک روٹی تو چین سے کھانے کو ملے گی۔ کسی کی دھونس تو نہ رہے گی۔"

ہلکو نے روپے لیے اور اس طرح باہر چلا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنا کلیجا نکال کر دینے جا رہا ہے۔ اس نے ایک ایک پیسا کاٹ کر تین روپے کمبل کے لیے جمع کیے تھے۔ وہ آج نکلے جا رہے ہیں۔

پوس کی اندھیری رات، آسمان پر تارے بھی ٹھٹھرے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ ہلکو اپنے کھیت کے کنارے اوکھ کی پتّیوں کی ایک چھتری کے نیچے بانس کے کھٹولے پر پرانی گاڑھے کی چادر اوڑھے ہوئے کانپ رہا تھا۔ کھٹولے کے نیچے اس کا ساتھی کتا 'جبرا' پیٹ میں منہ ڈالے سردی سے کوں کوں کر رہا تھا... دونوں میں سے ایک کو بھی نیند نہ آتی تھی۔

ہلکو نے گھٹنوں کو گردن میں چمٹاتے ہوئے کہا، "کیوں جبرا! جاڑا لگتا ہے... کہا تو تھا کہ گھر میں پیال پر لیٹ رہ۔ تو یہاں کیا لینے آیا تھا۔ اب کھا سردی۔ میں کیا کروں۔ جانتے تھے کہ میں حلوہ پوری کھانے جا رہا ہوں۔ دوڑتے ہوئے آگے آگے چلے آئے۔ اب روؤ اپنی نانی کے نام کو..."

جبرا نے پڑے پڑے دُم ہلائی اور ایک انگڑائی لے کر چپ ہو گیا۔ شاید وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی کوں کوں کی آواز سے اس کے مالک کو نیند نہیں آ رہی ہے۔ ہلکو نے ہاتھ نکال کر جبرا کی ٹھنڈی پیٹھ سہلاتے ہوئے کہا، "کل سے میرے ساتھ نہ آنا، نہیں تو ٹھنڈے ہو جاؤ گے۔ یہ پچھوا ہوا نہ جانے کہاں سے برف لیے آ رہی ہے۔ اُٹھوں پھر ایک چلم بھروں۔ کسی طرح رات تو کٹے۔"

ہلکو اُٹھا اور گڑھے میں سے ذرا سی آگ نکال کر چلم بھری۔ جبرا بھی اُٹھ بیٹھا۔ ہلکو نے چلم پیتے ہوئے کہا، "پیے گا چلم؟ جاڑا تو کیا جاتا ہے، ہاں ذرا من بہل جاتا ہے۔"

جبرا نے اگلے پنجے اس کے گھٹنوں پر رکھ دیے اور اس کے منہ کے پاس اپنا منہ لے گیا۔ ہلکو کو اس کی سانس گرم لگی۔ چلم پی کر ہلکو پھر لیٹا اور یہ طے کر لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو، اب کی سو جاؤں گا۔ لیکن ایک لمحے میں اس کا کلیجا کانپنے لگا۔ کبھی اس کروٹ لیٹتا، کبھی اس کروٹ۔ جاڑا کسی بھوت کی مانند اس کی چھاتی کو دبائے ہوئے تھا۔

جب کسی طرح رہا نہ گیا تو اس نے جبرا کو دھیرے سے اُٹھایا اور اس کے سر کو تھپتھپا کر اسے اپنی گود میں سلا لیا۔ اس کو کتے سے بالکل نفرت نہ تھی۔ ایسی انوکھی دوستی نے اس کی روح کے سب دروازے کھول دیے تھے اور اس کا ایک ایک ذرّہ حقیقی روشنی سے منوّر ہو گیا تھا۔ اسی اثنا میں جبرا نے کسی جانور کی آہٹ سنی۔ اس کے مالک کی اس خالص روحانیت نے اس کے دل میں ایک نئی طاقت پیدا کر دی تھی جو ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں کو بھی ناچیز سمجھ رہی تھی۔ وہ جھپٹ کر اُٹھا اور چھپّر سے باہر آ کر بھونکنے لگا۔

ہلکو نے اسے کئی بار پچکار کر بلایا پر وہ اس کے پاس نہ آیا۔ کھیت میں چاروں طرف دوڑ دوڑ کر بھونکتا رہا۔ ایک لمحے کے لیے آ بھی جاتا تو فوراً ہی پھر دوڑتا۔ فرض کی ادائیگی نے اسے بے چین کر رکھا تھا۔

ایک گھنٹا گزر گیا۔ سردی بڑھنے لگی۔ ہلکو اُٹھ بیٹھا اور دونوں گھٹنوں کو چھاتی سے ملا کر سر کو چھپا لیا۔ پھر بھی سردی کم نہ ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا خون منجمد ہوگیا ہے۔ اس نے اُٹھ کر آسمان کی جانب دیکھا۔ ابھی کتنی رات باقی ہے؟ ستارے ابھی اپنا نصف دورہ بھی ختم نہیں کر پائے تھے، جب وہ اوپر آ جائیں گے تو کہیں سویرا ہوگا۔

ہلکو کے کھیت سے تھوڑی دور کے فاصلے پر ایک باغ تھا۔ پت جھڑ شروع ہوگیا تھا۔ باغ میں پتوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ہلکو نے سوچا، چل کر پتیاں بٹوروں اور ان کو جلا کر خوب تاپوں۔ رات کو کوئی پتیاں بٹورتے دیکھے تو سمجھے گا کہ کوئی بھوت ہے۔ کون جانے کوئی جانور ہی چھپا بیٹھا ہو مگر اب تو بیٹھے نہیں رہا جاتا۔

اس نے پاس کے ارہر کے کھیت میں جا کر پودے اُکھاڑے اور اس کا ایک جھاڑو بنا کر ہاتھ میں سلگتا ہوا اُپلا لیے باغ کی طرف چلا۔ جبرا نے اسے جاتے دیکھا تو پاس آیا اور دُم ہلانے لگا۔ ہلکو نے کہا،"اب تو نہیں رہا جاتا۔ جبرا، چلو باغ میں پتیاں بٹور کر تاپیں۔ ٹانٹے ہوجائیں گے تو پھر آ کر سوئیں گے، ابھی تو رات بہت ہے۔"

جبرا نے کوں کوں کرتے ہوئے اپنے مالک کی رائے سے اتفاق کیا اور آگے آگے باغ کی جانب چلا۔ باغ میں گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ درختوں سے شبنم کی بوندیں ٹپ ٹپ ٹپک رہی تھیں۔ یکایک ایک جھونکا مہندی کے پھولوں کی خوشبو لیے ہوئے آیا۔ ہلکو نے کہا،"کیسی اچھی مہک آئی جبرا...تمھاری ناک میں بھی کچھ خوشبو آ رہی ہے؟"

جبرا کو کہیں زمین پر ایک ہڈی پڑی مل گئی تھی، وہ اسے چچوڑ رہا تھا۔

ہلکو نے آگ زمین پر رکھ دی اور پتیاں بٹورنے لگا۔ تھوڑی دیر میں پتیوں کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ ہاتھ ٹھٹھرے جاتے تھے، ننگے پاؤں گلے جاتے تھے اور وہ پتیوں کا پہاڑ کھڑا کر رہا تھا۔ اسی الاؤ میں وہ سردی کو جلا کر خاک کر دے گا۔

تھوڑی دیر میں الاؤ جل اُٹھا۔ اس کی لو اوپر والے درخت کی پتیوں کو چھوچھو کر بھاگنے لگی۔ اس ہلتی ہوئی روشنی میں باغ کے عالیشان درخت ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ اس لا انتہا اندھیرے کو اپنی گردن پر سنبھالے ہوں۔ تاریکی کے اس اتھاہ سمندر میں روشنی ایک ناؤ کی مانند ہوتی تھی۔

ہلکو آگ کے سامنے بیٹھا آگ تاپ رہا تھا۔ ایک منٹ میں اس نے اپنی چادر بغل میں دبائی اور دونوں پاؤں پھیلا دیے۔ گویا وہ سردی کو للکار کر کہہ رہا تھا..."تیرے جی میں جو آئے کر..." سردی کی اس بے پایاں طاقت پر فتح پا کر وہ خوشی کو چھپا نہ سکتا تھا۔

اس نے جبرا سے کہا،"کیوں جبرے، اب تو ٹھنڈ نہیں لگ رہی؟"

جبرا نے کوں کوں کر کے گویا کہا،"اب کیا ٹھنڈ لگتی ہی رہے گی؟"

"پہلے یہ تدبیر نہیں سوجھی تو اتنی ٹھنڈ کیوں کھاتے؟"

جبرا نے دُم ہلائی۔

"اچھا آؤ۔ اس الاؤ کو کود کر پار کریں۔ دیکھیں کون نکل جاتا ہے۔ اگر جل گئے بچہ تو میں دوا نہ کروں گا۔"

جبرا نے خوف زدہ نگاہوں سے الاؤ کی طرف دیکھا۔

"منی سے کل نہ کہہ دینا ورنہ لڑائی کرے گی۔"

پریم چند نے اپنے ناولوں اور افسانوں میں کسانوں کی مفلسی پر بہت لکھا ہے۔ 'پوس کی رات' میں بھی ہلکو مہاجن کے قرض سے پریشان ہے مگر ہزار پریشانیوں کے باوجود پریم چند کے زمانے میں کسی کسان نے کبھی خودکشی نہیں کی مگر آج کل ہم آئے دن سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے کسان بینک کے قرض سے تنگ آ کر خودکشی کر رہے ہیں۔ یہاں ایک سوال یہ اُبھرتا ہے کہ کیا ہماری بینکوں کا نظام مہاجنی سود کے نظام سے زیادہ سفّاک ہے؟

یہ کہتا ہوا وہ اُچھلا اور اس الاؤ کے اوپر سے صاف نکل گیا۔ پیروں میں ذرا سی لپٹ لگ گئی پر وہ کوئی بات نہ تھی۔ جبرا الاؤ کے گرد

گھوم کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ ہلکو نے کہا، "چلو چلو، اس کی نہیں، اوپر سے کوُد کر آ وٴ" وہ پھر کوُدا اور الاوٴ کے اس پار آ گیا۔

پتیاں جل چکی تھیں۔ باغیچے میں پھر اندھیرا چھا گیا تھا۔ راکھ کے نیچے ابھی کچھ کچھ آگ باقی تھی جو ہوا کا جھونکا آنے پر ذرا جاگ اُٹھتی تھی پر ایک لمحے میں پھر آنکھیں بند کر لیتی تھی۔

ہلکو نے پھر چادر اوڑھ لی اور گرم راکھ کے پاس بیٹھا ہوا ایک گیت گنگنانے لگا۔ اس کے جسم میں گرمی آ گئی تھی۔ پر جوُں جوُں سردی بڑھتی جاتی تھی، اسے سستی دبائے لیتی تھی۔

دفعتہً جبرا زور سے بھونک کر کھیت کی طرف بھاگا۔ ہلکو کو ایسا معلوم ہوا کہ جانوروں کا ایک غول اس کے کھیت میں آ گیا ہے۔ شاید نیل گایوں کا تھا۔ ان کے کوُدنے اور دوڑنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں... پھر ایسا معلوم ہوا کہ کھیت میں چر رہی ہیں۔

اس نے دل میں کہا، "نہیں، جبرا کے ہوتے ہوئے کوئی جانور کھیت میں نہیں آ سکتا۔ نوچ ہی ڈالے گا... مجھے وہم ہو رہا ہے۔ اب تو کچھ سنائی نہیں دیتا۔ مجھے بھی کیسا دھوکا ہوا...!"

اس نے زور سے آواز لگائی، "جبرا... جبرا...!"

جبرا بھونکتا رہا۔ اس کے پاس نہ آیا۔

جانوروں کے چرنے کی آواز چر چر سنائی دینے لگی۔ ہلکو اب اپنے کو فریب نہ دے سکا مگر اسے اس وقت اپنی جگہ سے ہلنا زہر معلوم ہوتا تھا۔ کیسا گرمایا ہوا مزے سے بیٹھا تھا... اس جاڑے پالے میں کھیت میں جانا، جانوروں کو بھگانا... ان کا پیچھا کرنا، اسے پہاڑ معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ بیٹھے بیٹھے جانوروں کو بھگانے کے لیے چلّانے لگا، "ہلو، ہلو ہو، ہو ہا ہا!"

مگر جبرا پھر بھونک اُٹھا۔ جانور کھیت چر رہے تھے۔ فصل تیار ہے مگر یہ ظالم جانور اس کا ستیاناس کیے ڈالتے ہیں۔ ہلکو پکا ارادہ کر کے اُٹھا اور دو تین قدم چلا۔ پھر یکایک ہوا کا ایک ایسا ٹھنڈا چبھنے والا بچھو کے ڈنک کا سا جھونکا لگا کہ وہ پھر بجھتے ہوئے الاوٴ کے پاس آ بیٹھا اور راکھ کو کرید کرید کر اپنے ٹھنڈے جسم کو گرمانے لگا۔

جبرا اپنا گلا پھاڑے ڈالتا تھا۔ نیل گائیں کھیت کا صفایا کیے ڈالتی تھیں اور ہلکو گرم راکھ کے پاس خاموش بیٹھا تھا۔ افسردگی نے اسے چاروں طرف سے رسّی کی طرح جکڑ رکھا تھا۔

اسی راکھ کے پاس زمین پر وہ چادر اوڑھ کر سو گیا۔

سویرے جب اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا چاروں طرف دھوپ پھیل گئی تھی اور منی کھڑی کہہ رہی تھی، "تم کہاں آ کر مر گئے، ادھر سارا کھیت چوپٹ ہو گیا۔"

ہلکو نے اُٹھ کر کہا، "کیا! تو کھیت سے ہو کر آ رہی ہے؟"

منی بولی، "ہاں! سارے کھیت کا ستیاناس ہو گیا۔ بھلا ایسا بھی کوئی سوتا ہے۔ تمھارے یہاں منڈیا ڈالنے سے کیا فائدہ؟"

ہلکو نے بہانہ کیا، "میں مرتے مرتے بچا، تجھے اپنے کھیت کی پڑی ہے۔ پیٹ میں ایسا درد اُٹھا تھا کہ میں ہی جانتا ہوں۔"

دونوں پھر کھیت کے ڈانڈے پر آئے۔ دیکھا کھیت میں ایک پودے کا نام نہیں اور جبرا منڈیا کے نیچے چت پڑا ہے... گویا بدن میں جان ہی نہیں ہے... دونوں کھیت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ منی کے چہرے پر اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے فکرمند ہو کر کہا، "اب مجوری کر کے مال گجاری دینی پڑے گی۔ میں اس کھیت کا لگان نہ دوں گی۔ کہے دیتی ہوں کہ جینے کے لیے کھیتی کرتے ہیں، مرنے کے لیے نہیں۔"

”جبرا ابھی تک سویا ہوا ہے۔ اتنا تو کبھی نہ سوتا تھا۔“
”آج جا کر شہنا سے کہہ دو، کھیت جانور چر گئے۔ ہم ایک پیسا نہ دیں گے۔“
”رات بڑی غضب کی سردی تھی۔“
”میں کیا کہتی ہوں، تم کیا سنتے ہو۔“
”تو گالی کھانے کی بات کہہ رہی ہے۔ شہنا کو ان باتوں سے کیا مطلب۔ تمھارا کھیت چاہے جانوروں نے کھایا ہو، چاہے آگ لگ جائے، چاہے اولے پڑ جائیں، اسے تو اپنی مال گجاری چاہیے۔“
”تو چھوڑ دو کھیتی، میں ایسی کھیتی سے باز آئی۔“
ہلکو نے مایوسانہ انداز سے کہا...”جی میں تو میرے بھی یہی آتا ہے کہ کھیتی باڑی چھوڑ دوں۔ منی! تجھ سے سچ کہتا ہوں مگر مجوری کا خیال کرتا ہوں تو جی گھبرا اُٹھتا ہے۔ کسان کا بیٹا ہو کر اب مجوری نہ کروں گا۔ چاہے کتنی ہی درگت ہو جائے، کھیتی کا کام نہ بگاڑوں گا...“

معانی و اشارات

شہنا	–	لگان وصول کرنے والا	ٹانٹے ہو جانا	–	جسم میں تھوڑی طاقت آنا
گھڑکیاں دینا	–	جھڑکنا، ڈانٹنا	بے پایاں	–	بہت زیادہ
گردن بچنا	–	مصیبت ٹلنا	زہر معلوم ہونا	–	بُرا لگنا، ناگوار ہونا
بھنویں ڈھیلی پڑنا	–	غصہ ختم ہونا	پہاڑ معلوم ہونا	–	بہت مشکل محسوس ہونا
پچھوا	–	مغرب کی سمت سے چلنے والی ہوا	منڈیا	–	چھوٹا منڈپ
کلیجا نکال کر دینا	–	اپنی بہت پیاری چیز کسی کو مجبوراً دینا	ڈانڈا	–	کنارا
اوکھ	–	گنّا	درگت	–	بری حالت
پیال	–	گھاس پھوس کا بستر	گاڑھے کی چادر	–	موٹے کپڑے کی چادر
کلیجا کانپنا	–	کپکپی چھوٹنا			

مشق

⁎ سبق کا مطالعہ کر کے شجری خاکہ مکمل کیجیے۔

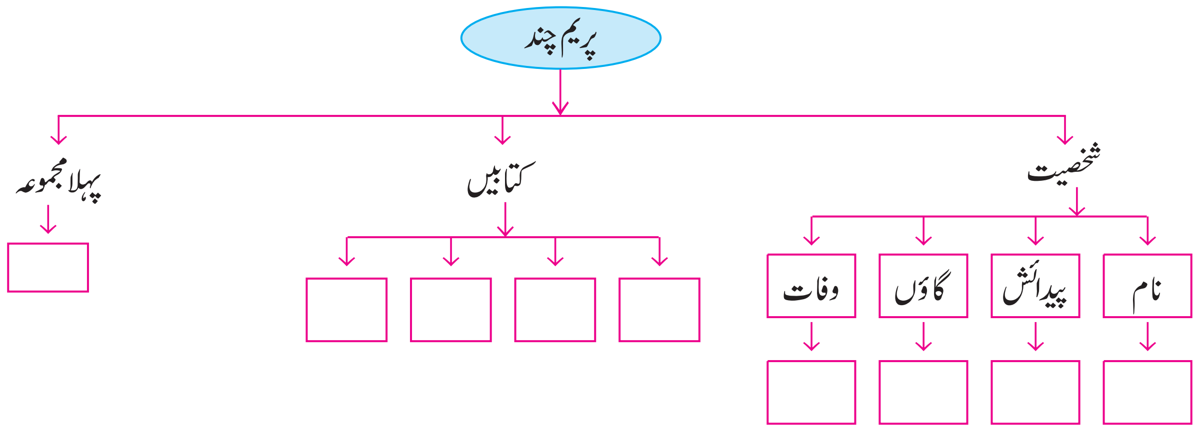

* سبق کے حوالے سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

کرداروں کے ذریعے ادا کیے ہوئے الفاظ کا املا

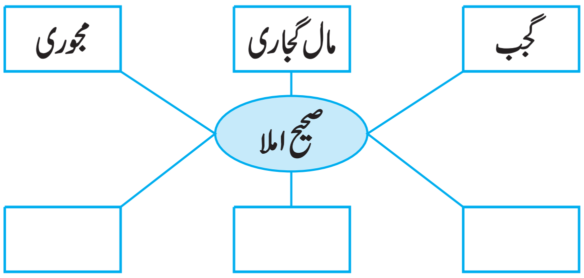

* صحیح متبادل کا انتخاب کرکے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ پریم چند کا اصل نام ....

(دھنپت رائے ، دھنونت رائے ، دلجیت رائے)

۲۔ ہلکو شہنا کو روپے نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ اسے .... خریدنا تھا۔ (کمبل ، دوائیاں ، کھانا)

* اسباب بیان کیجیے۔

۱۔ لاؤ جو روپے رکھے ہیں، اُسے دے دوں۔

۲۔ اسے اس وقت اپنی جگہ سے ہلنا زہر معلوم ہوتا تھا۔

۳۔ ہلکو کو جبرا پر مکمل اعتماد تھا۔

۴۔ تو چھوڑ دو کھیتی، میں ایسی کھیتی سے باز آئی۔

۵۔ سارے کھیت کا ستیاناس ہوگیا۔

* خط کشیدہ لفظ کو تبدیل کرکے ہم معنی لفظ لکھیے۔

۱۔ پوس کی اندھیری رات ، آسمان پر تارے بھی ٹھٹھرے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

(چاندنی رات ، تاریک شب)

۲۔ ہلکو اب اپنے آپ کو فریب نہ دے سکا۔

(دھوکا ، دلاسا)

* سردی سے بچنے کے لیے ہلکو کی تدبیروں کو سلسلہ وار لکھیے۔

* درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے:

۱۔ "لا دے دے، گردن تو کسی طرح سے بچے، کمبل کے لیے کوئی تدبیر سوچوں گا۔"

۲۔ "باقی چکانے کے لیے ہی تو ہمارا جنم ہوا ہے ...ایسی کھیتی سے باز آئے۔"

۳۔ ایسی انوکھی دوستی نے اس کی روح کے سب دروازے کھول دیے تھے اور اس کا ایک ایک ذرّہ حقیقی روشنی سے منوّر ہوگیا تھا۔

۴۔ اس جلتی ہوئی روشنی میں باغ کے عالیشان درخت ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ اس لا انتہا اندھیرے کو اپنی گردن پر سنبھالے ہوں۔

* خط کشیدہ فقروں کی جگہ درج ذیل محاورے مناسب ڈھنگ سے استعمال کرکے جملے دوبارہ لکھیے:

(گھڑکیاں دینا ، زہر معلوم ہونا ، پہاڑ معلوم ہونا ، بلا ٹلنا ، کلیجا کانپنا)

۱۔ مجھے اُس کی باتیں بہت بری لگیں مگر میں خاموش رہا۔

۲۔ ندی کا پانی اس قدر گہرا تھا کہ ڈُبکی لگاتے ہی اسے کپکپی چھوٹ گئی۔

۳۔ کسی کو بات بات پر جھڑکنا بُری بات ہے۔

۴۔ جو کام چور ہوتے ہیں، اُنھیں چھوٹا کام بھی بہت مشکل محسوس ہوتا ہے۔

۵۔ اگر آسانی سے مصیبت دور ہوجائے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

* ہلکو کے بارے میں اپنی رائے دیجیے۔

* ہلکو کی بیوی کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

* اس افسانے کا مرکزی خیال لکھیے۔

* اُردو کی پانچ خاتون افسانہ نگاروں کے نام لکھیے۔

* جماعت میں مذاکرہ منعقد کرکے افسانہ 'پوس کی رات' کی خصوصیات پر بات چیت کیجیے۔

* اپنے پیشے کے بارے میں کسان اور مزدور کے درمیان مکالمہ لکھیے۔

* ہلکو اور اس کی بیوی کے درمیان جو گفتگو ہوتی ہے، برجستہ اور موقع محل کے اعتبار سے نہایت مناسب ہے۔ اسے اپنے لفظوں میں لکھیے۔

سرگرمی: اپنی لائبریری سے پریم چند کے افسانوں کا کوئی مجموعہ حاصل کرکے پڑھیے اور اپنی پسند کے کسی ایک افسانے کو اختصار کے ساتھ اپنی زبان میں لکھیے۔

میں یہاں بھی ہوں...

ساتویں جماعت – جغرافیہ – صفحہ ۵۲، سبق ۹

عملی قواعد

مخلوط جملہ

۱۔ روحانیت نے اس کے دل میں ایک نئی طاقت پیدا کردی تھی جو ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں کو بھی ناچیز سمجھ رہی تھی۔

۲۔ ابھی کچھ کچھ آگ باقی تھی جو ہوا کا جھونکا آنے پر جاگ اُٹھتی تھی۔

۳۔ جب تجھے دیکھتی ہوں، باغ باغ ہوتی ہوں۔

۴۔ وہ آشنا جو دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے، کافور ہوگئے۔

دی ہوئی مثالوں کے ان جملوں کو بھی دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے جیسے

ابھی کچھ کچھ آگ باقی تھی	-	جو ہوا کا جھونکا آنے پر جاگ اُٹھتی تھی
جب تجھے دیکھتی ہوں	-	باغ باغ ہوتی ہوں

ان جملوں میں 'جو - جب' لفظوں کے بعد کے فقرے مکمل خیال کا اظہار نہیں کرتے۔ پہلے فقرے سے سوال اُٹھتا ہے کہ ہوا کا جھونکا آنے پر کون جاگ اُٹھتی تھی؟ دوسرے فقرے سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ تجھے کب دیکھتی ہوں؟ یہ دونوں فقرے بقیہ دونوں فقروں کے تابع ہیں جن کے معنی اپنے آپ میں پورے سمجھ میں آتے ہیں یعنی 'ابھی کچھ کچھ آگ باقی تھی' (مکمل جملہ) اور 'باغ باغ ہوتی ہوں' (مکمل جملہ) 'جو - جب' سے شروع ہونے والے فقروں کو بقیہ حصوں کے ساتھ ملا کر بولنے ہی سے ان جملوں کا پورا خیال سمجھ میں آتا ہے۔

ایسا جملہ جس کے فقرے ایک دوسرے کے تابع ہونے پر ہی مکمل خیال ادا کیا جاسکتا ہو، اسے 'مخلوط جملہ' کہتے ہیں۔

مخلوط جملوں میں 'جو - جس - جسے - جب - جہاں' وغیرہ ضمیریں استعمال کی جاتی ہیں (انھیں ضمیر موصولہ کہتے ہیں)

* ذیل کے جملوں سے تابع فقرے الگ کرکے لکھیے۔

۱۔ ایک بہن اور تھی جو سسرال میں رہتی تھی۔

۲۔ رفیقوں نے جب یہ غفلت دیکھی، گویا لوٹ مچادی۔

۳۔ جس کے ہاتھ جو لگا، لے کر چلتا بنا۔

برسبیلِ تذکرہ...

جب انسان نے زراعت کے پیشے کو اختیار کیا تو اسے استحکام نصیب ہوا اور خانہ بدوشی سے اسے چھٹکارا مل گیا۔ اب وہ زمین میں کاشت کرکے طرح طرح کی فصلیں اُگانے لگا۔ اپنی بھوک مٹانے کے لیے یہ پیشہ انسان کے لیے شکاری پیشے کے مقابلے میں آسان تھا۔ رفتہ رفتہ اس پیشے کی اہمیت اس کی سمجھ میں آئی اور وہ غلے کو بچانے کی ترکیبیں بھی کرنے لگا۔ زراعت کے لیے اچھی زمین تلاش کرنے لگا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ چٹانوں والی زمین پر اگائی ہوئی فصلیں پانی سے بہہ جاتی ہیں۔ قرآن حکیم میں بطور تشبیہ اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی زراعت کی اہمیت سے خوب واقف تھے۔ جنگی محاذ پر فوجیں روانہ کرتے وقت آپؐ ہمیشہ یہ نصیحت کرتے کہ دشمنوں کی فصلوں کو برباد نہ کرنا۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو گزند نہ پہنچانا۔

حضورؐ درختوں اور ان کے پھلوں کی حفاظت کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے۔ ایک بار کسی صحابیؓ نے آپؐ کی ضیافت کے لیے باغ سے کچی پکی دونوں قسم کی کھجوریں توڑ لائیں تو آپؐ نے انھیں سمجھایا کہ کچی کھجوریں توڑ کر تم نے پھلوں کو ضائع کردیا ہے۔

زراعت کی اہمیت کو سمجھانے کے لیے قرآن میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "زمین میں جو دانہ تم بوتے ہو اس سے ایک پودا اُگتا ہے، پھر اس میں بالیاں نکلتی ہیں اور ہر بالی میں بہت سے دانے نکلتے ہیں۔" زراعت کے ذریعے حاصل کیے ہوئے اناج سے ہم اپنی بھوک مٹاتے ہیں۔

۱۔ آدمی کو خانہ بدوشی سے چھٹکارا ملنے کی وجہ لکھیے۔

۲۔ اس پیشے کا نام لکھیے جس کے مقابلے میں زراعت آسان پیشہ ہے۔

۳۔ چٹانی زمین کے فصلوں کے لیے مناسب نہ ہونے کا سبب لکھیے۔

۴۔ حضرت محمدؐ نے فوجیوں کو جو نصیحت کی تھی وہ بیان کیجیے۔

۵۔ کچی فصل توڑنے سے ہونے والا نقصان لکھیے۔

۶۔ قرآن میں بتایا گیا فصل اُگنے کا عمل بیان کیجیے۔

ویب شکل مکمل کیجیے۔

زراعت سے جڑے پیشوں کے نام لکھیے۔

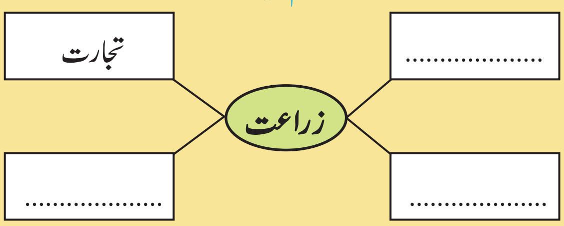

۳ دعوت

رشید احمد صدیقی

پہلی بات : سماج میں رہنے والے افراد بعض موقعوں پر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے، سکھ دکھ کی تقریبوں میں شرکت کرتے اور آپس میں تحفے تحائف کا لین دین بھی کرتے ہیں۔ ایسے کاموں میں ایک عام تقریب کھانے پینے کی دعوت بھی ہے۔ شادی بیاہ، موت میّت وغیرہ کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کو کھانے پر بلاتے اور خود بھی کسی دوست کے ہاں کھانے پر جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر بھیڑ بھاڑ ہو تو کھانے پینے کے آداب ترک کر کے لوگ چھینا جھپٹی بھی کرتے نظر آتے ہیں جو انسانی تہذیب کے خلاف ہے۔ ذیل کے سبق میں مصنف نے دعوت کے الگ الگ منظروں میں لوگوں کے آپسی سلوک کو بڑے پرلطف انداز میں بیان کیا اور ڈھکے چھپے یہ بات کہی ہے کہ کھانے پینے کے وقت انسان کو انسان بنا رہنا چاہیے۔

جان پہچان : رشید احمد صدیقی ۱۸۹۲ء میں مڑیاہو، ضلع جونپور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اُردو ادب کے پروفیسر رہے۔ کچھ عرصہ جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد) سے بھی وابستہ رہے۔ علی گڑھ سے دوبارہ وابستگی کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ ان کی طنز و ظرافت انفرادیت رکھتی ہے۔ وہ ہنسانے سے زیادہ ہنساتے ہنساتے سنجیدگی سے ہم کنار کرنے کا گر جانتے ہیں۔ 'طنزیات و مضحکات، خنداں، مضامینِ رشید، گنج ہائے گراں مایہ' اور 'آشفتہ بیانی میری' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ انھوں نے ۱۹۷۷ء میں وفات پائی۔

طنز و مزاح نگاری زندگی کی ناہمواریوں اور مضحکہ خیز صورتِ حال کو دلچسپ انداز میں پیش کرنے کا فن ہے۔ مزاح نگار جس چیز پر ہنستا ہے، اس سے اس کو محبت ہوتی ہے اور اس لیے اس کا انداز ہمدردانہ ہوتا ہے۔ اس کا مقصد کبھی کبھی اصلاح بھی ہوتا ہے۔ طنز اور مزاح میں گہرا تعلق ہے۔ مزاح کی آمیزش سے اس کی تلخی میں کمی آجاتی ہے۔ کسی تحریر میں صرف طنز ہو تو اس کے ناگوار ہونے کا ڈر رہتا ہے اور نرا مزاح بے مقصد ہنسی ٹھٹھول بن کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے عموماً ادیب یا شاعر ان دونوں کی آمیزش سے کام لیتے ہیں۔ طنز و مزاح نگار سماج میں پھیلی ہوئی خرابیوں پر قلم سے نشتر کا کام لیتا ہے۔ وہ ادب میں اعلیٰ انسانی اقدار کو پیش کر کے مایوس اور افسردہ انسانوں کے زخموں پر مرہم لگاتا ہے۔ کبھی کبھی اس کے طنز کی چوٹ اس قدر گہری ہوتی ہے کہ انسان تلملانے لگتا ہے لیکن غیر ارادی طور پر وہ خود پر ہنستا بھی ہے۔

ایک مَثَل مشہور ہے: "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ۔" میرا خیال ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ یہ مَثَل بھی عام ہونی چاہیے: "مجھے دعوتوں سے بچاؤ۔" گو دوستوں سے بچنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ دعوتوں سے بھی نجات مل جائے گی۔

بھوک کی مانند دعوت کا بھی یہ حال ہے کہ اُس کا نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ موقع۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہوگا ۔

کُلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں بھوک
دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں بھوک
بھوک ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے بھوک کی آغوش میں

تہوار تقریب ہو، کوئی مہمان آیا ہو، کوئی چل بسا ہو، رقعۂ دعوت بہرحال موجود ہے، ماحضر موجود ہے اور ایک بزرگ نے تو جوش میں آکر اس کی بھی فرمائش کر دی، "براہِ کرم تناول ماحضر فرمائیے۔"

دعوت میں نہ جائیے تو غرور یا بے توجہی کی شکایت۔ جائیے تو معدہ اور عاقبت دونوں خراب۔ میں نے جس جس قسم کی اور جن مواقع پر دعوت کھائی ہے وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہوگی۔ سب سے پہلی دعوت خوب یاد ہے۔ گو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ میرے کسی بزرگ کی دعوت رہی ہو اور وہ مجھے اُسی اُصول پر بن بلائے ساتھ لے گئے ہوں جس اُصول پر ریل میں کرایہ نہیں ادا کرنا پڑتا یعنی معصوموں کے لیے نہ کرایہ ادا کرنے کی ضرورت ہے اور نہ رقعۂ دعوت کی۔

بعض ریلوے لائنوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں فی گاڑی دو سادھو کے حساب سے مفت سفر کیا جاسکتا ہے۔ اِدھر کے کوئی ٹکٹ کلکٹر اُس لائن پر مامور ہوئے۔ اُنھوں نے ایک بزرگ کو بے ٹکٹ سفر کرتے پکڑا تو اُنھوں نے نہایت گھوُر کر عارفانہ ڈپٹ کے ساتھ کہا، "ابھی شراپ دوں گا، بھسم ہوجائے گا۔ جانتا نہیں فی گاڑی دو سادھو مفت!" بے چارے ٹکٹ کلکٹر ایسے مبہوت ہوئے کہ گاڑی کے نیچے کٹتے کٹتے بچے۔

پہلی دعوت مجھے ایسے صاحب کے ہاں کھانی پڑی جو کپڑے بُنتے تھے۔ ساری بستی مدعو تھی۔ مئی کا مہینہ اور دوپہر کا وقت۔ مکان و میدان کا کوئی نشیب و فراز ایسا نہ تھا جہاں کھانے والے نہ بیٹھے ہوں۔ فرش و دسترخوان کا وہاں کوئی دستوٗر نہ تھا۔ جس کو جہاں جگہ مل گئی بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ میں گرم گرم تنوری روٹی دے دی گئی۔ مٹی کے ایک برتن میں زمین پر سالن رکھ دیا گیا۔ بھشتی نے مشک سے تام چینی کے گندے شکستہ گلاس میں پانی پلانا شروع کیا۔

سامنے ایک نیازمند کتّے صاحب بھی موجود تھے، دُم ٹانگوں کے درمیان، خود دوزانو بیٹھے ہوئے، نظریں نیچی، بہت کچھ بھوکی، چہرے اور جسم پر ہنسا کے غیر فانی نقوش، جن پر مکھیاں مصروفِ غزل خوانی تھیں۔

پاس ہی ایک بوڑھے کھانستے جاتے تھے، کھاتے جاتے تھے اور خلال کرتے جاتے تھے۔ ناتی گود میں، پوتا کندھے پر۔ پوتے نے ایک ہڈی کتّے کے سامنے پھینک دی۔ اب معلوم ہوا کہ ایک اور کتّے صاحب کہیں قریب ہی مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے جنھوں نے یک لخت غرا کر جو جست کی ہے تو میرے مقابل کے کتے پر آ گرے۔ لیکن جست کے دوران دادا نانا پوتا ناتی کے پورے شجرۂ نسب کو ڈھاتے چلے گئے۔ خلال دادا یا نانا کے گلے میں جا پھنسا اور پوتے ناتی میرے سالن میں آ رہے۔ ایک ہلّڑ مچا، مشہور ہوا کہ مہتو دادا پر غازی میاں آ گئے۔ سارے کھانے والے بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ تو میرے ایامِ جاہلیت کا قصہ تھا۔ ہوش سنبھالا تو ایک مشہور شہر میں ڈیپوٹیشن پر جانے کا اتفاق ہوا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ شام کو وہاں کی مشہور مسجد کے امام صاحب کے ہاں افطار پر ہم سب مدعو تھے جہاں ایک ہجوم تھا۔ ہمارے سامنے بھی افطاری رکھ دی گئی۔ ابھی ہم نے مشکل سے دو ایک لقمے فرو کیے ہوں گے کہ ایک حملہ ہوا۔ چند سورما ہم پر ٹوٹ پڑے اور جو کچھ سامنے تھا، اُسے چٹ کر کے آگے بڑھ گئے۔ معلوم ہوا کہ وہاں کا یہی دستور تھا کہ جو چاہے جس کے سامنے سے افطاری اُچک لے۔ ایسا کرنے سے میزبان کو ثواب ملتا ہے۔ ہمارے ساتھ روہیل کھنڈ کے ایک پٹھان طالب علم تھے۔ وہ بڑے متحیر ہوئے۔ اُن کے تیور سے معلوم ہوتا تھا

> **ٹھگ**
>
> قدیم ہندوستان میں ڈاکوؤں اور قاتلوں کے ایک گروہ میں شامل لوگ ٹھگ کہلاتے تھے۔ یہ ایک مذہبی فرقہ بھی تھا جس میں ہندو مسلمان سبھی شامل تھے۔ ٹھگ گاؤں گاؤں پہنچتے، میلوں جاتراؤں میں بھیس بدل کر گھومتے اور جسے لوٹنا یا قتل کرنا ہوتا اس کے بارے میں ساری معلومات ایک خاص زبان میں اپنے ساتھیوں تک پہنچاتے رہتے تھے۔ ان کے قتل کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ مقتول کے گلے میں پھندا ڈال کر کَس دیتے تھے۔ سماج کے بہت سے امیر اور رئیس افراد ان کے حمایتی تھے۔ انگریز حکومت کے زمانے میں ٹھگوں کے خاتمے کی کوششیں کی گئیں۔ لارڈ ولیم بینٹنگ نے چھے سال کے عرصے میں سیکڑوں ٹھگوں کو گرفتار اور قید کیا۔

کہ وہ اس واقعے کو نظر انداز نہ کریں گے۔ جب نماز کے لیے لوگ کھڑے ہوئے اور ہر شخص نیت باندھ چکا تو اُنھوں نے اپنی ٹوپی تو جیب میں رکھی اور سامنے سے ایک نمازی کی پگڑی اُچک کر اپنے سر پر رکھ لی اور سلام پھیرتے ہی اسے چھت سے نیچے پھینک دیا جہاں ہزاروں فقیر ٹوٹ پڑے اور آناً فاناً پگڑی کا تبرک تقسیم ہوگیا۔ جھگڑا بڑھا تو انھوں نے فرمایا، ہماری طرف دستور ہے کہ نماز میں جو جس کا عمامہ چاہے اُچک لے، نماز کے بعد وہی عمامہ غربا میں بٹوا دیا جاتا ہے۔

رات کو دعوت تھی۔ سارے مہمان دوزانو بیٹھے۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹھگوں کا گروپ ہے۔ ہم سب بھی بیٹھ گئے۔ ایک بڑی سینی میں بریانی کا اہرامِ مصر بنا ہوا تھا جس کے اوپر ایک دیگچی شوربے کی اُنڈیل دی گئی۔ لوگ سینی پر ٹوٹ پڑے اور براہِ راست دست بدہن ہوگئے۔ ہمارے روہیل کھنڈی دوست چپ چاپ بیٹھے رہے۔ میزبان تو اُنھیں دیکھ کر خاموش رہے لیکن ایک بزرگ جن کی ڈاڑھی چاولوں کی مالا بن گئی تھی اور شوربا گنگا جمنی خضاب کی بہار دِکھا رہا تھا، قاب سے سر اُٹھائے بغیر بولے، ”کھاؤ سیٹھ صاحب کھاؤ، نہیں تو ایک مسلمان کا مال ضائع ہوگا۔“ دوست بولے، ”بالکل درست، لیکن دوسرے مسلمان کی جان بھی تو ضائع ہوگی۔“

وہاں کے زمانۂ قیام ہی میں ایک اور جگہ سے دعوت نامہ آیا۔ ہمارے میزبان وہاں کے معزز اور دولت مند ترین لوگوں میں سے تھے۔ میزبانی کے فرائض خاتونِ خانہ ادا کر رہی تھیں۔ ڈرائنگ روم میں پہنچے تو دن کو تارے نظر آنے لگے۔ ایسی خوب صورت، قیمتی، پرتکلف اور نایاب چیزیں ایک ساتھ کب دیکھنا نصیب ہوتی تھیں۔ البتہ اُن کا تذکرہ میلادوں میں سنا تھا یا طلسمِ ہوش رُبا میں پڑھا تھا۔

سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ کھانا ایسے ایسے یونیفارم یا لباسِ فاخرہ یا ملبوساتِ عروسی میں لایا جاتا کہ یہ طے کرنے میں دشواری ہوتی کہ اُن پر حملہ کیا جائے یا اُن کی عبادت کی جائے یا کھڑے ہوکر قومی ترانہ گایا جائے۔ دوسری مصیبت یہ تھی کہ کس آلہ سے کس چیز پر حملہ کیا جائے۔ اس لیے کہ جان لینے کے لیے تو آپ آزاد ہیں، جو آلہ چاہیے شوق سے استعمال کیجیے لیکن کھانوں کے لیے مخصوص آلات مقرر ہیں۔ تیسری مصیبت یہ کہ جو کھانا پیش کیا جا رہا تھا، اُس کے دوسرے عزیز واقارب نہ معلوم کون کون اور تھے جن کی عدم موجودگی میں کھانے کو ہاتھ لگانا بڑا گنوارپن ہوتا۔ میزبان خاتون کو مسکرانے اور خواہ مخواہ اخلاق برتنے سے فرصت کہاں کہ وہ کچھ بتائیں یا ہم پوچھ سکیں۔ بیروں کو دیکھیے تو زرہ بکتر اور چار آئینے لگائے ہوئے اس طور پر مصروفِ کار تھے جیسے بعض نالائق اور بددماغ، امتحان کے ہال میں اُمیدواروں کی نگرانی کرتے ہیں۔ اس قسم کے بیروں کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو کچھ وہم سا ہونے لگتا ہے کہ یہ کہیں نہ کہیں اپنے یونیفارم یا پیٹی ٹھپّوں میں کوئی پیش قبض بھی چھپائے ہوئے ہیں۔ کھانا تھا کہ چلا ہی آ رہا تھا، ہم نے بھی چھری اس طور پر پکڑ رکھی تھی جیسے کسی قلم تراش چاقو سے گینڈے کی قربانی کرنے والے ہوں۔ کانٹا ہمارے ہاتھ میں ایسا

اہرامِ مصر (واحد: ہرم)

مصر کے اہرام دنیا کے عجائب میں شمار کیے جاتے ہیں۔ یہ مخروطی عمارتیں دراصل مصر کے فرعونوں کے مقبرے ہیں۔ ان میں ان کی ممیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ممی اس لاش کو کہتے ہیں جسے قدیم مصر کے لوگ ہرم میں لاش کو رکھنے سے پہلے خاص قسم کے مسالوں سے تیار کرتے اور لاش پر پٹیاں لپیٹ دیا کرتے تھے۔ مصر کا پہلا ہرم ۲۹۰۰ ق۔م میں تعمیر کیا گیا۔ اس کی سطح چوکور ہوتی ہے لیکن سطح سے بلندی کی طرف یہ مثلث کی طرح بڑھتا ہے اور اوپر جا کر چاروں کونے ایک نقطے پر مل جاتے ہیں۔ اس کی تعمیر میں پتھر کے بڑے بڑے چوکون ٹکڑے لگائے گئے ہیں۔ ان میں ہر پتھر کا وزن تقریباً ڈھائی ٹن کے برابر ہے۔ بہت سے اہرام اینٹوں کے بھی بنائے گئے ہیں۔ خوفو نامی فرعون کا ہرم سب سے بڑا ہے۔ اہرام میں بادشاہوں کی ممیوں کے ساتھ ان کا بہت سارا ساز وسامان اور غلام اور کنیزیں بھی بند کردی جاتی تھیں۔ مصر والوں کا عقیدہ تھا کہ فرعون کی خدمت کے لیے دنیا میں استعمال کی جانے والی چیزیں اہرام میں بند کی جانی چاہئیں۔

اہرام جیسے مقبرے مصر کے علاوہ وسطی امریکہ اور میکسیکو کے مایا قبیلے والوں نے بھی تعمیر کیے ہیں۔

معلوم ہوتا تھا جیسے پلیٹ پر کوئی کیکڑا مسلّط ہے۔

خدا خدا کر کے کھانا ختم ہوا۔ کافی آئی، بغیر دودھ یا شکر کے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تمبا کو کا گل پیس کر گرم پانی ملا دیا گیا ہے یا نادر شاہ کے اصلاحِ معدہ کے لیے املتاس کا مُسہِل جام بلّوریں میں پیش کیا گیا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ کافی سے انکار کیجیے تو بعض میزبان خفا ہوتے ہیں۔

فرض کیجیے کسی رئیس کے ہاں دعوت ہوئی۔ وہ کھانا اس طور پر کھلائے گا گویا مہمان کی سات پشتوں تک کو نواز ڈالا۔ قورمہ ہر دعوت میں ملتا ہے اور معمولی سے معمولی لوگ بھی اپنے گھروں میں کھاتے ہیں لیکن رئیس کے یہاں کا قورمہ کچھ اور ہوتا ہے۔ ادائے خاص سے فرمائیں گے، مولانا کہیے! قورمے سے بھی شوق فرمایا؟ جی ہاں، شکریہ، ماشاء اللہ۔ فرمائیں گے، صاحب! ایسا حُلوان دلّی بھر میں نہ ملے گا۔ بادام پر پلا تھا۔ ذرا بوٹی کی خستگی پر نظر رکھیے۔ سبحان اللہ! کیوں نہیں۔ ارشاد ہوتا، ہاں ہاں خوب کھائیے۔ بہت ہے جی۔ ہاں، خوب سیر ہو کر کھایا۔ نہیں نہیں، آپ تکلف کرتے ہیں۔ فلانے چلو! مولانا کو قورمہ اور دو۔ لیکن فلانے کو پکاریں گے اور قورمے کا آرڈر اس طور پر دیں گے گویا مولانا کو پٹوا دینے کا ارادہ ہے۔ قورمہ پلیٹ میں ڈال دیا گیا اور مولانا کو قورمے سے نفرت ہونے لگی۔ ارشاد ہوگا، مولانا! یہ باورچی اب دہلی میں اکیلا رہ گیا ہے۔ اس کا دادا معمولی حجام تھا، والد نے اس کو کھانا پکانا سکھایا۔ وہ خود کھانے کے بڑے شائق تھے۔ اب اس کا ثانی دور دور نہ ملے گا۔ بس مولانا! قورمہ کھا لیجیے۔ یہ چیز اب معدوم ہوتی جا رہی ہے۔ غرض مولانا کو اس شفقت اور تپاک سے کھلائیں گے گویا اپنے والد مرحوم کے فاتحہ کا کھانا کسی نابینا حافظ کو کھلا رہے ہیں۔

دوسری آفت ملاحظہ ہو۔ بعض میزبان حماقت اور محبت کے سلسلے میں اصرار کرتے کرتے کھانا آپ کی پلیٹ میں ڈال دیں گے اور فرمائش کریں گے، کھائیے! میرے سر کی قسم کھائیے۔ حالانکہ اس وقت جی یہی چاہتا ہے کہ پلیٹ سر پر مار لیجیے اور گریبان پھاڑ کر کہیں بھاگ جائیے۔ ایسی دعوت سے مجھ کو قلبی نفرت ہے جہاں میزبان بار بار کھانے کے لیے اصرار کرے اور اپنے ہاتھ سے میری پلیٹ میں کھانا رکھ دے اور کہتا یہ رہے کہ آپ کو کھانا پسند نہیں آیا۔ آپ کے لیے کچھ انتظام نہ ہو سکا۔ بھائی، جلدی میں یہی دال دلیا ہو سکا۔ آپ نے کچھ بھی تو نہیں کھایا۔ حالانکہ اُس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میں یہ کہوں کہ ایسا کھانا مجھے تو کیا، میری سات پشت کو نصیب ہوا اور نہ ہوگا اور آپ نے جس مروّت اور ایثار کا ثبوت دیا ہے، اُس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔

بعض دعوتوں میں عجیب قسم کے بدتمیزوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ بعض کھانا نہیں کھاتے، منہ میں جوتیاں چٹخاتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ساری اُنگلیاں سالن میں ڈبو دیں گے اور منہ میں لقمے کی پذیرائی اس طور پر کریں گے جیسے سرکس کے گھوڑے کو چابک لگاتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو بدحواس ہو کر بہت زیادہ حصہ پلیٹ میں لے لیں گے، تھوڑا کھائیں گے اور بقیہ کو گھنگول کر چھوڑ دیں گے۔ ڈونگے میں سے بوٹیاں چمچے سے نکالنے کے بجائے ٹٹول ٹٹول کر اُنگلیوں سے نکالیں گے۔ کبھی پلیٹ میں نکالی ہوئی بوٹیوں کو پھر ڈونگے میں ڈال دیں گے۔ پانی پئیں گے تو معلوم ہوگا گویا بھری بوتل حلق میں اُنڈیلی جا رہی ہے اور گلے سے قلقل مینا کا کام لے رہے ہیں۔ کچھ لوگ چپاتی کے حاشیے توڑ توڑ کر دسترخوان پر انبار لگا دیں گے۔ سَنی ہوئی اُنگلیاں روٹی سے پونچھیں گے اور ڈکار اس طور پر لیں گے جیسے دوسرے کے دسترخوان پر نہیں، اپنی چارپائی پر ہیں۔

ناشتہ	صبح کا کھانا
ظہرانہ	دوپہر کا کھانا
عصرانہ	شام کی چائے/ ناشتہ
عشائیہ	رات کا کھانا

معانی واشارات

مَثَل	-	کہاوت
کلبہٗ افلاس	-	غریب کا ٹوٹا پھوٹا گھر (مراد بہت زیادہ غریبی)
قلزم	-	سمندر
ماحضر	-	جو حاضر ہے
شراپ	-	بددعا
مبہوت ہونا	-	ڈر جانا
بہشتی	-	سقّہ، پانی پلانے والا
مَشک	-	پانی بھرنے کا چمڑے کا تھیلا
ہنسا	-	تشدد
مصروفِ غزل خوانی		غزل پڑھنے میں مصروف یہاں مراد مکھیوں کا بھنبھنانا
خلال	-	دانت میں پھنسی ہوئی چیز نکالنے کی تیلی
جست	-	چھلانگ
ایامِ جاہلیت	-	جہالت کا زمانہ
ڈیپوٹیشن	-	عارضی تعین
فروکرنا	-	دبانا، مراد نگلنا
سینی میں بریانی کا اہرامِ مصر		یہاں رکابی میں بریانی کے ڈھیر کو اہرامِ مصر کی طرح بتایا گیا ہے۔
طلسمِ ہوشربا	-	اُردو زبان کی ایک بڑی داستان
لباسِ فاخرہ	-	اعلیٰ قسم کا لباس
ملبوساتِ عروسی	-	دلہن کا لباس
پیش قبض	-	خنجر
مسہل	-	جلاب کی دوا
حُلوان	-	بکری کا بچہ
معدوم	-	غائب
دال دلیا	-	معمولی کھانا
جوتیاں چٹخانا	-	آوارہ گھومنا یہاں مُراد منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکالنا
قلقلِ مینا	-	جام یا گلاس میں پانی ڈالے جانے کی آواز

مشق

* مناسب جوڑیاں لگائیے :

ستون 'الف'	ستون 'ب'
۱۔ امام صاحب کے ہاں	(الف) ٹھگوں کا گروپ
۲۔ رات کی دعوت	(ب) افطاری کی دعوت
۳۔ رئیس کی دعوت	(ج) سات پشتوں کو نوازنا

* ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

رشید احمد صدیقی کی تصانیف

....
....
....
....

* سبق کی روشنی میں خاکہ مکمل کیجیے۔

دعوت میں جائیے تو → .... / .... → خراب

دعوت میں نہ جائیے تو → .... / .... → شکایت

* مشہور مثل 'مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ' سے مصنف نے 'مجھے دعوتوں سے بچاؤ' مثل بنائی ہے۔اس طرح سے آپ ایک مثل بنائیے۔

* وضاحتی فقرے کے لیے ایک لفظ لکھیے۔

ا۔ دعوت میں مہمان کی خاطر داری کرنے والا -

۲۔ جسے دعوت دی جائے –

۳۔ کھانا بنانے والا –

۴۔ پانی پلانے والا –

٭ سبق میں ایک داستان کا تذکرہ مصنف نے کیا ہے۔ داستان کا نام لکھیے۔

٭ ’دعوت نامہ‘ میں لاحقہ ’نامہ‘ ہے۔ لاحقے والے مزید چار الفاظ بنائیے۔

٭ عقیقے کی دعوت کا رقعہ بنائیے۔

٭ سبق کی روشنی میں جملے درست کیجیے۔

۱۔ مکان و میدان کا کوئی گوشہ یا کونہ ایسا نہ تھا جہاں کھانے والے نہ بیٹھے ہوں۔

۲۔ بھشتی نے مشکیزے سے پلاسٹک کے خوبصورت گلاس میں پانی پلانا شروع کیا۔

۳۔ ڈرائنگ روم میں پہنچے تو آسمان کے تارے نظر آنے لگے۔

۴۔ ایسی دعوت سے مجھ کو بہت محبت ہے جہاں میزبان بار بار کھانے کے لیے اصرار کرے۔

٭ کسی ’دعوتِ ولیمہ‘ کی منظر کشی کیجیے۔

٭ سبق کی روشنی میں ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

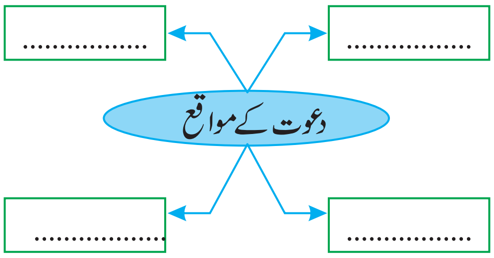

٭ امام صاحب کی دعوتِ افطار اور آپ کے یہاں کی دعوتِ افطار کا موازنہ کیجیے۔

٭ ’مجھے دعوتوں سے بچاؤ‘ مصنف کے اس قول کی وضاحت کیجیے۔

٭ دعوتیوں کے بھاگ کھڑے ہونے کی اہم وجہ بیان کیجیے۔

٭ پٹھان طالب علم کے بدلہ لینے کا انداز بیان کیجیے۔

٭ ”ڈاڑھی چاولوں کی مالا بن گئی تھی اور شوربا گنگا جمنی خضاب کی بہار دکھا رہا تھا۔“ اس جملے کا مفہوم واضح کیجیے۔

٭ دولت مند شخص کی دعوت میں مصنف کی سب سے بڑی مصیبت بیان کیجیے۔

٭ امام صاحب کی افطار کی دعوت کے دستور کے بارے میں اپنی رائے دیجیے۔

٭ کسی دعوت کا یادگار واقعہ جو آپ کے ساتھ پیش آیا ہو پندرہ سطروں میں لکھیے۔

٭ مندرجہ ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

چل بسنا ، دن میں تارے نظر آنا ، سات پشتوں کو نوازنا ، شوق فرمانا ، معدوم ہونا ، جوتیاں چٹخانا۔

٭ رات کی دعوت کو اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

٭ سبق میں استعمال ہوئے محاوروں کو تلاش کر کے لکھیے۔

٭ ذیل کے الفاظ کو حروفِ تہجی کے مطابق ترتیب دیں۔

عصمت ، تخلیقیت ، علالت ، خوبصورت ، برداشت ، اکثریت ، حیثیت ، تندرست

٭ ”وہ اس کی ہر بات کا جواب جلی کٹی سنا کر دیتی ہے۔“ جملے سے متعلق ایسا سوال بنائیے جس کا جواب خط کشیدہ الفاظ ہوں۔

٭ درج ذیل سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

۱۔ عام طور پر اسکولوں میں سال کے آخر میں الوداعی جلسے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نویں جماعت کے طلبہ اس موقع پر اسکول کو الوداع کہنے والے دسویں جماعت کے طلبہ کے اعزاز میں جلسہ منعقد کرتے ہیں اور ضیافت کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی موقع کے لیے دسویں جماعت کے طلبہ کو مدعو کرنے کے لیے ایک خط لکھیے۔

۲۔ سجاد حیدر یلدرم کا مضمون ’مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ‘ انٹرنیٹ سے حاصل کر کے پڑھیے۔

انٹرنیٹ کی دنیا سے
www.urdudost.com

عملی قواعد

حروفِ عطف

مرکب جملے کی مثالوں میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان میں دو جملوں کو بعض حروف/ الفاظ کی مدد سے جوڑا جاتا ہے۔ اب ذیل کی مثالیں دیکھیے۔

۱۔ جوان اور بوڑھے ۲۔ دودھ یا دہی

۳۔ یہ قصد کیا/ کہ/ بہن کے پاس چلے

۴۔ سب آئے/ مگر/ وہ نہ آیا

یہاں پہلی دو مثالوں میں دو لفظوں کو/ اور – یا/ سے جوڑا گیا ہے۔ دوسری مثالوں میں دو جملوں کو 'کہ-مگر' سے جوڑا گیا ہے۔ دو لفظوں یا جملوں کو جوڑنے والے یہ حروف 'حروفِ عطف' کہلاتے ہیں۔

٭ **اپنے پڑھے ہوئے اسباق سے حروف عطف کی ایسی مثالیں تلاش کیجیے جن میں دو لفظوں اور دو جملوں کو جوڑا گیا ہو۔**

اب یہ مثالیں غور سے دیکھیے۔

خشک وتر/ چشم و چراغ/ دشت ودر/ نشیب وفراز/

فرش ودسترخوان/ عیش وعشرت/ باغ وبہار/ محنت ومشقت

اوپر کی پہلی دو مثالوں کی طرح یہاں بھی دو لفظوں کو جوڑا گیا ہے یعنی 'دشت اور در' وغیرہ۔ لیکن یہاں 'دشت' اور 'در' کو جوڑنے کے لیے حرفِ واو کا استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل یہ فارسی ترکیبیں ہیں۔ ایسی ترکیب میں 'اور' کے لیے 'و' استعمال کرتے ہیں۔ یہ اور ان جیسی بہت سی ترکیبیں اُردو میں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ انھیں عطفی ترکیب بھی کہتے ہیں اور لفظوں کو جوڑنے والا واو 'واوِعطف' کہلاتا ہے۔

٭ **سبق 'دعوت' سے واوِ عطف والی چند ترکیبیں تلاش کر کے لکھیے۔**

عطفی ترکیب بنانے کا ایک طریقہ اور ہے:

پڑھے لکھے/ دن رات/ لاڈ پیار/ چھوٹے بڑے/ پھل پھول/ نوشت خواند/ امیر غریب وغیرہ۔ ان ترکیبوں میں حروفِ عطف 'اور – و' کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔

٭ **اپنے پڑھے ہوئے اسباق سے ایسی مثالیں تلاش کر کے لکھیے جن میں 'اور – و' کا استعمال نہ کیا گیا ہو۔**

طنزیہ اور مزاحیہ ادب

ادب میں طنز و مزاح کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ اظہارِ خیال کے دو مختلف طرز ہیں۔ طنز میں زندگی کی ناہمواریوں اور برائیوں کو تیکھے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ اظہار کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ سامع/ قاری لہجے کی چبھن کو نشتر کی طرح محسوس کرتا ہے۔ طنز کا مقصد دل آزاری نہیں ہوتا بلکہ فرد اور سماج کی اصلاح ہوتا ہے۔ طنز نگار بڑے سلیقے سے برائیوں کی جانب سماج کی توجہ مبذول کرتا ہے۔ اپنے لہجے کو خوشگوار بنانے اور اظہار کی تلخی کو کم کرنے کے لیے طنز میں مزاح کی بھی آمیزش کی جاتی ہے تا کہ طنز قابلِ برداشت ہو اور لبوں پر ہنسی آ جائے۔

اُردو میں طنزیہ و مزاحیہ ادب کی روایت بہت قدیم ہے۔ اُردو شاعری میں طنز و مزاح کو رواج دینے والا پہلا شاعر جعفر زٹلی ہے۔ اس نے سماجی اور سیاسی ناہمواریوں، بگڑتی ہوئی معاشرت، اقتصادی بدحالی اور تہذیبی زوال پر کڑا طنز کیا ہے۔ اس کے طنز کے نشتر اتنے تیز تھے کہ بادشاہِ وقت فرخ سیر نے اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔ جعفر کے بعد اُردو شاعری میں طنز و مزاح کا ایک لمبا سلسلہ ملتا ہے۔ سوؔدا نے طنز و مزاح پیدا کرنے کے لیے ہجو یہ انداز اپنایا تھا۔ ظریفؔ لکھنوی اور اکبر الٰہ آبادی بیسویں صدی کے طنز و مزاح کے شاعر مانے جاتے ہیں۔ فی زمانہ طنز کے برخلاف ادب میں مزاحیہ عنصر کو مقبولیت حاصل ہے۔ مشاعروں میں مزاحیہ شاعر کے مشاعرہ لوٹ لینے کی مثالیں اکثر دیکھنے کو ملتی ہیں۔

اُردو شاعری کی طرح نثر میں بھی طنز و مزاح کی روایت رہی ہے۔ رتن ناتھ سرشاؔر کی کتاب 'فسانۂ آزاد' کو اس ضمن میں جو مقبولیت حاصل ہوئی ویسی اُردو کی کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی۔ اُنیسویں صدی کے نصف آخر میں لندن کے انگریزی اخبار 'پنچ' کی طرز پر لکھنؤ سے اُردو میں 'اودھ پنچ' اخبار جاری کیا گیا۔ اس کے لکھنے والوں میں منشی سجاد حسین، جوالا پرشاد برقؔ، مرزا مچھو بیگ ستم ظریفؔ، رتن ناتھ سرشاؔر وغیرہ شامل تھے۔ یہ اخبار سیاسی جبر، سماجی ناہمواری اور تہذیبی اقدار کی گراوٹ پر کڑا طنز کرتا تھا تا کہ سماج کی بڑھتی ہوئی برائیوں کی اصلاح ہو جائے۔ بیسویں صدی میں تو طنز و مزاح لکھنے والوں کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، عظیم بیگ چغتائی، ملا رموزی، پطرس بخاری، شوکت تھانوی، مشتاق احمد یوسفی، مجتبیٰ حسین، یوسف ناظم وغیرہ نہایت اہم مزاح نگار مانے جاتے ہیں۔ سماج کی اصلاح کے لیے ہمارا طنزیہ و مزاحیہ ادب فائدہ مند ثابت ہو رہا ہے۔

یہ اُصول زبانوں کے بڑھنے اور پھلنے کے لیے بہت مفید ہے۔ یہ قریب قریب دنیا کی سبھی زبانوں میں چلتا ہے اور اس کے مانے بغیر ممکن ہی نہیں کہ زبان ترقی کر سکے۔ بات یہ ہے کہ زبان جامد چیز نہیں۔ وہ ہمیشہ بڑھتی، پھلتی اور ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ جو زبان بڑھنا چاہے گی، اس کو دنیا کی دوسری زبانوں سے سروکار رکھنا پڑے گا اور قوموں کے میل جول کے ساتھ ان کی بولیوں اور لفظوں کی آمد و رفت بھی لگی رہے گی۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس میں دوسری زبانوں کے لفظ شامل ہوتے رہیں گے۔

ہر زبان کے لفظوں میں حرفوں کی خاص ترتیب اور اس ترتیب سے خاص شکل پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح انسان انسان سب برابر ہیں، پھر بھی فرنگی، حبشی، ہندی، چینی، ترکی سب کی شکلیں ایک سی نہیں ہوتیں۔ ہر ایک کا رنگ روپ اور ناک نقشہ ایک نہیں ہوتا۔ یہی مختلف بولیوں اور ان کے لفظوں کا حال ہے۔ اسی لیے ایک قوم کا آدمی جب دوسری قوم کی بولی کا لفظ لیتا ہے تو اس کی زبان کی فطرت مجبور کرتی ہے کہ ارادے اور احساس کے بغیر اس کی شکل بدل دے۔ ہندوستان کے باہر کا آدمی خواہ کچھ ہی کرے، وہ ہمارے ہندی حرفوں کو کبھی نہ بول سکے گا۔ وہ اس کو کچھ نہ کچھ بدل دے گا۔ اور نہ وہ ہمارے لہجے سے ہمارے لفظوں کو نکالے گا، وہ اس میں بھی کچھ ہیر پھیر کرے گا۔

یہی حال ہندیوں کا بھی ہے۔ عربی کے خاص حروف وہ ادا نہیں کر سکتے۔ ع، ہمزہ اور الف میں اور ث، ص اور س میں اور ت اور ط میں وہ فرق نہیں کر سکتے۔ اس لیے دوسری زبان کا جو لفظ ہمارے یہاں آئے گا، وہ جب تک اپنی بیگانگی چھوڑ کر بالکل گھریلو نہ بن جائے گا، وہ ہمارے دیس میں رہ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عربی، فارسی، سنسکرت، انگریزی وغیرہ کے جو ہزاروں لفظ ہماری زبان میں آ گئے ہیں، وہ ہماری زبان کے قاعدوں پر چڑھ کر ہماری زبان کی شکل و صورت اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔

عربی کا صحیح لفظ تمنّی ہے مگر فارس والوں نے اس کو لیا تو تمنا کر دیا اور ہم نے بھی اسی کو قبول کیا۔ عربی تماشی کو ایرانیوں نے تماشا کیا اور ہم کو بھی یہی تماشا پسند آیا۔ لالٹین کی اصل لینٹرن ہے مگر ہم کو لالٹین ہی کی روشنی پسند ہے۔ لفظ تبادلہ عربی کے لحاظ سے غلط ہی کیوں نہ ہو لیکن ہماری زبان میں یہ صحیح ہے۔ اس کو چھوڑ کر مُبادَلہ یا تبَادُل بلوانے کی کوشش زبردستی ہے۔

اسی سے کسی زبان کی خودمختارانہ حکومت کا پتا چلتا ہے۔ لفظ خواہ کسی قوم اور ملک کے ہوں، جب وہ دوسری قوم اور ملک کی زبان میں چلے جاتے ہیں تو ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو پیدا کہیں ہوئے ہوں لیکن جب کسی دوسرے ملک کی رعایا بن جاتے ہیں تو اسی دوسرے ملک کے قاعدے اور قانون ان پر چلا کرتے ہیں۔ اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کی پیدائش کہاں کی ہے اور یہ پہلے کس کی رعایا تھے۔

کسی لفظ کو ہندوستانی بنانے کے بعد ہم کو حق ہے کہ ہم اس کے وہ معنی سمجھیں جو اصل معنی سے مجاز کے طور پر یا اس کے قریب ہونے یا کسی لگاؤ کی وجہ سے ہماری زبان میں پیدا ہو گئے ہیں۔

اسی فقرے میں دیکھیے کہ وجہ عربی لفظ ہے۔ عربی میں اس کے معنی 'منہ' کے ہیں۔ اس سے رُخ کے معنی پیدا ہوئے اور اس سے سبب کے معنی پیدا ہو گئے۔ خود سبب کیا ہے۔ عربی میں اس کے معنی رسّی اور ڈوری کے ہیں جس سے کسی کو باندھا جائے۔ اس سے عربی میں ذریعہ کے معنی پیدا ہو گئے۔

لفظ نقد کو تو دیکھیے کہ یہ کیا ہے۔ نقد کے عربی معنی پرکھنے کے ہیں۔ اس سے ریویو کے معنی میں آج کل نقد یا تنقید بولتے ہیں۔ چونکہ پرکھے سکّے جاتے ہیں، اس سے فارسی میں نقد کے معنی سکّے کے ہو گئے اور دام کی صورت میں سکّے دیے جاتے ہیں، اس لیے اُردو میں نقد دام کے معنی اس دام کے ہوئے جو فوراً دیے جائیں اور نقد اور اُدھار دو مقابل کے اُردو لفظ ہو گئے۔

۴ تہنید

سیّد سلیمان ندوی

پہلی بات: زبان بہت سے الفاظ کا مجموعہ ہوتی ہے مگر کوئی زبان اپنے آپ میں خالص نہیں ہوتی یعنی ہر زبان پر دوسری زبان یا زبانوں کے اثرات ہوتے ہیں۔ اکثر لفظوں کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ خالص نہیں۔ اگر یہ اُردو میں استعمال کیے جارہے ہیں تو ان کی آوازیں اور ان کے معنی عربی، فارسی یا سنسکرت وغیرہ زبانوں سے اُردو میں آتے ہیں۔ لفظوں میں آوازوں اور معنوں کی تبدیلیاں فطری اور لازمی ہیں۔ یہ اچانک ہی سامنے نہیں آتیں۔ ان تبدیلیوں کو وجود میں آنے کے لیے زمانے لگ جاتے ہیں۔ ہماری زبان اُردو ہے۔ اُردو نے بھی دوسری بہت سی ملکی اور غیر ملکی زبانوں سے الفاظ لیے ہیں۔ ان لفظوں کو اپناتے ہوئے اُردو میں صوتی اور معنوی تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں۔ ذیل کے سبق میں ایسی ہی تبدیلیوں کے بارے میں بڑے دلچسپ انداز سے زبان کے ایک بڑے اہم اُصول کا تعارف کرایا گیا ہے۔

مضمون:

مضمون ایک نثری صنف ہے۔ اس میں کسی موضوع پر مربوط انداز میں اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ مضمون میں علمیت اور سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ اس کے بیان میں خیالات کا تسلسل ضروری ہے۔ مضمون نگاری کا فن مستقل ترقی کررہا ہے۔ اُردو میں مضمون نگاری کا آغاز اُنیسویں صدی کے وسط سے ہوا۔ سرسیّد اور ان کے معاصرین نے قوم کی اصلاح کے ایک وسیلے کے طور پر مضمون لکھے۔ اس عہد میں عوام میں ذہنی بیداری پیدا کرنے کے لیے مضامین لکھے گئے۔

جان پہچان: سیّد سلیمان ندوی ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء کو دیسنہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد میں بڑے باکمال لوگ گزرے ہیں۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے سماجی روایت کے مطابق گھر پر حاصل کی پھر بہار کے مختلف مدرسوں میں داخل کیے گئے۔ اسی زمانے میں لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کا قیام ہوا۔ سیّد سلیمان نے ۱۹۰۱ء میں یہاں داخلہ لے لیا اور کئی علوم میں دسترس حاصل کی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ صحافت سے بھی وابستہ رہے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار 'الہلال' میں ادارت کی۔ پھر کسی وجہ سے یہ ملازمت چھوڑ کر وہ پونہ (مہاراشٹر) چلے آئے جہاں واڈیا کالج میں انھیں فارسی کا استاد مقرر کیا گیا۔ یہیں انھوں نے عبرانی اور انگریزی زبانوں میں استعداد پیدا کی۔ مولانا شبلی کے اصرار پر سیّد سلیمان ندوی نے اعظم گڑھ میں شبلی کے قائم کردہ ادارے 'دارالمصنّفین' کی ذمہ داری سنبھالی۔

سیّد سلیمان ندوی ایک بلند پایہ مصنف تھے۔ انھوں نے مذہب وفلسفہ، تاریخ اور زبان وادب میں اعلیٰ پایے کے تنقیدی اور تحقیقی مقالات لکھے۔ 'سیرتِ حضرتِ عائشہؓ، ارض القرآن، خطباتِ مدراس، نقوشِ سلیمانی' وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا شبلی 'سیرت النبیؐ' کے نام سے حضورِ اکرمؐ کی سیرت لکھ رہے تھے لیکن بیماری نے انھیں یہ کام مکمل نہ کرنے دیا۔ انھوں نے سیّد صاحب سے اصرار کیا کہ اسے مکمل کردیں۔ سیّد صاحب نے چھے جلدیں مزید لکھ کر اسے مکمل کیا۔ وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ انھوں نے کراچی میں ۱۹۵۳ء میں وفات پائی۔

تہنید کے اگر ہم ٹھیٹ معنی کریں تو 'ہِندیانا' کہہ سکتے ہیں۔ یہ اصطلاح اصل میں عربوں سے چلی۔ وہ جب کسی دوسری زبان کے لفظ کو اپنی زبان کے اُصول پر خراد کر اس کو عربی بناڈالتے تھے تو وہ اپنے اس عمل کو 'تعریب' کہتے تھے۔ یہی قاعدہ فارسیوں نے اپنی زبان میں جاری کیا تو اس کی 'تفریس' کرکے اسے فارسی بنا لیا۔ اب جب اہلِ ہند یہی کریں یعنی کسی دوسری زبان کے لفظ کو اپنی زبان کے اُصول پر تراش خراش کرکے اپنی زبان میں ملالیں تو اس کو 'تہنید' کہیں گے۔

’علاقہ‘ ہندوستان میں زمینداری کے گاؤں کو کہتے ہیں۔ عربی میں اس کے معنی لگاؤ کے ہیں۔ اسی لگاؤ سے ہر چیز جس سے آپ کو لگاؤ ہے، آپ کا علاقہ ہے۔ ’غدر‘ کے معنی عربی میں بے وفائی کرنے کے ہیں۔ اس سے اس بے وفائی کو کہنے لگے جو فوج اپنے عہد کو توڑ کر اپنے افسروں سے کرے۔ اس فوجی بے وفائی کا نتیجہ بدامنی ہے۔

ایک بادشاہ کی جگہ پر جب دوسرا بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا تو اس کے لیے عربی لفظ ’جلوس‘ غیر عربوں نے استعمال کیا جس کے معنی بیٹھنے کے ہیں اور ’سالِ جلوس‘ تخت نشینی کے سال کی اصطلاح بنی اور چونکہ جب نیا بادشاہ پہلی دفعہ تخت پر بیٹھتا تھا تو تزک و احتشام اور لاؤ لشکر کے ساتھ نکلتا تھا تو ہم ہندوستانی تزک و احتشام کے ساتھ کسی مجمع کے نکلنے کو جلوس کہنے لگے۔ اس کو عربی سے کوئی تعلق نہیں۔ اور جب بادشاہ اور حاکم دربار میں بیٹھے تو ہم نے جلوس سے اجلاس بنالیا جس کے معنی بٹھانے کے ہیں اور اب نئے زمانے میں انجمنوں اور جلسوں کے بھی اجلاس ہونے لگے۔

جس جگہ بیٹھیں، عربی میں اس کو مجلس کہتے ہیں۔ بعض علما اور صوفیا نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ خاص دنوں میں بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے اور درس دیتے تھے۔ اس سے اس قسم کی نشست اور پھر اس نشست کی تقریروں کو مجلس کہنے لگے۔ ہندوستان میں ایسی نشستوں کو کہتے ہیں جن میں لوگ مذہبی اور علمی تقریریں کریں یا مرثیے پڑھیں اور اس سے ہم نے علمِ مجلس بنایا جس میں تہذیب و شائستگی کے ساتھ مجلسوں میں اُٹھنے بیٹھنے اور سلیقہ اور دلچسپی کی باتیں کرنے کے ڈھنگ سکھائے گئے۔

دولت عربی لفظ ہے۔ معنی: ’ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جانا۔‘ عرب میں جب مختلف سلطنتیں یکے بعد دیگرے بنیں اور مٹیں تو سلطنت کو دولت کا نام دیا گیا اور جمع دَوَل بنائی گئی۔ ان معنوں میں آج بھی دولتِ برطانیہ اور دَوَلِ یورپ ہم بولتے ہیں۔ سلطنت اور بادشاہی خوش قسمتی سے ہاتھ آتی ہے اس لیے ایرانی دولت کو خوش قسمتی کے معنوں میں بولنے لگے۔ جس کی یادگار فارسی کی بدولت ہماری ہندوستانی میں بھی لفظ ’بدولت‘ بولا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں آپ کی بدولت یہ ملا اور پھر بدولت ذریعہ کے معنی میں ہوگیا۔ خوش قسمتی کی بڑی نشانی زر و مال ہے اس لیے یا اس لیے کہ یہ زر و مال بھی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاتا ہے، اس کو بھی دولت کہنے لگے اور اس سے دولت، دولت مند اور دولت مندی کے لفظ ہندوستانی کو ہاتھ آئے۔

عربی میں ’غصہ‘ کے معنی حلق میں کسی چیز کے اٹک جانے کے ہیں۔ ہندوستانی میں اس کے معنی غیظ و غضب کے ہوگئے۔ ’خفا‘ فارسی میں ’خفہ‘ ہے اور معنی وہی گلے میں اٹکنے اور پھنسنے کے ہیں، ہندوستانی میں ’خفا ہونا‘ ناراض ہونے کے معنی میں ہے۔

بعض لفظ خیالات کی بدولت ہاتھ آئے ہیں۔ عربی میں ’فلک‘ آسمان کو کہتے ہیں۔ چونکہ نجوم اور جیوتش نے ہم کو یقین دلایا ہے کہ ہماری ساری مصیبتیں آسمان کی گردش کا نتیجہ ہیں، اس سے ہم نے فلک سے ’فلاکت‘ بنایا اور اس سے فارسی کی ترکیب دے کر فلاکت زدہ (فلاکت کا مارا) کیا اور پھر اس کو عربی لفظ سمجھ کر اس کا مفعول ’مفلوک‘ بنالیا اور عربی اضافت دے کر مفلوک الحال کہہ دیا۔ حالانکہ اس کے ان معنوں کو عرب جانتا بھی نہیں۔

اس قسم کے ہزاروں عربی لفظ ہیں جو اپنے خاص معنوں میں ہماری زبان کے خاص لفظ ہوگئے ہیں۔ یہی حال فارسی کا بھی ہے۔ فارسی کے بہت سے لفظ اور ترکیبیں ہیں جن کو ہم نے اپنے ہندوستانی معنوں کے لیے ہندوستانی لفظ بنالیا ہے۔ فارسی میں ’دان‘ لگا کر ظرف بنتا ہے جیسے خاکدان یعنی زمین۔ ہندوستانی میں اس سے ہم نے بیسیوں لفظ بنائے جیسے پاندان، اُگالدان، خاصدان، عطردان، قلمدان، جزدان، چائے دان، دودھ دان، شکردان، روشن دان، سنگاردان، شمع دان۔ تصغیر کے لیے دان کو ہم نے کبھی ’دانی‘ بھی کردیا جیسے سرمہ دانی، گوندانی، مچھردانی، تلے دانی (سوئی تاگا رکھنے کے لیے)

ہندوستانی نے یہی عمل ہندی اور سنسکرت کے لفظوں کے ساتھ کیا ہے۔ ہندی اور سنسکرت سے لفظوں کو اپنانے کے لیے ان کی شکلیں بدلی ہیں۔ ان کو ہلکا کیا ہے۔ ان کی ترکیبوں سے نئے نئے لفظ بنائے ہیں۔ گنگا اور جمنا دو دریاؤں کے نام ہیں۔ سونے چاندی کے ملان سے جو نقاشی کی جائے، وہ گنگا جمنی ہے۔ لفظ ब्रहमण تھا، جو ذرا بھاری تھا۔ اس کو ہماری زبان نے برہمن کر دیا۔ اسی طرح गुण کو 'گن' کرکے اس کو ہلکا کر دیا۔ برکھا رت نے برسات کی شکل اختیار کی، وچار بچار ہو گیا اور سوچ بچار کے ساتھ بولا جانے لگا۔ آشا نے آس ہو کر یہ مثل کہلوائی کہ جب تک سانس ہے، تب تک آس ہے۔ اس طرح ہندی اور سنسکرت کے لاتعداد لفظوں کو ہندوستانی نے ذرا ذرا ہیر پھیر سے اپنے رنگ میں رنگ کر ان پر نیا رنگ چڑھا دیا ہے۔ غرض عربی، فارسی اور سنسکرت نسل کے ان ہندوستانی بچوں کی تعداد بے شمار ہے۔ اور ہر خود مختار زبان کو اس کا حق ہے کہ وہ دوسری زبان کے لفظوں کو اپنی رعایا بنانے کے لیے ان کے ساتھ یہ سلوک کرے۔

معانی واشارات

خِرادنا	–	چھیلنا، کانٹ چھانٹ
جامد	–	رُکا ہوا، جما ہوا
مبادلہ	–	تبدیلی
تبادل	–	تبدیلی
تزک واحتشام	–	عظمت، شان وشوکت
ظرف	–	(مراد اسم ظرف) کسی چیز کو رکھنے کا برتن وغیرہ
تصغیر	–	چھوٹا بنانا

مشق

⁕ جان پہچان کی مدد سے شجری خاکہ مکمل کیجیے۔

سیّد سلیمان ندوی
- شخصیت
  - پیدائش ....
  - وفات ....
  - وطن ....
  - اعلیٰ تعلیم ....
- خدمات
  - ادارت
  - تصانیف
    - .... | .... | .... | ....
- زبانوں پر مہارت
  - .... | .... | .... | ....

⁕ پاندان، اُگالدان وغیرہ میں 'دان' کے لفظی جز کو 'لاحقہ' کہتے ہیں۔ دوسرے لاحقوں کے استعمال کی مثالیں لکھیے۔

⁕ ذیل کے لفظوں کے معنی لغت سے تلاش کر کے لکھیے:

ٹھیٹ، ہیر پھیر، گھریلو، لگاؤ، جیوتش، ملان

⁕ سبق میں ایک جملہ آیا ہے: اس کو دنیا کی دوسری زبانوں سے سروکار رکھنا پڑے گا۔ دنیا کے لیے اردو میں استعمال ہونے والے دوسرے الفاظ لکھیے۔

⁕ خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ کسی دوسری زبان کے لفظ کو عربی بنانے کا عمل .....

۲۔ کسی دوسری زبان کے لفظ کو فارسی بنانے کا عمل .....

۳۔ غیر ملکی زبان کے لفظ کو ہندوستانی بنانے کا عمل ......

⁕ لفظ 'جلوس' کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔

⁕ سبق کی روشنی میں لفظ 'نقد' کی تشریح کیجیے۔

* لفظ 'غدر' کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔
* سبق کی روشنی میں دی ہوئی سرگرمی مکمل کیجیے۔

مثال : آشا : آس

برکھارت : .... :: وچار : ....

* ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

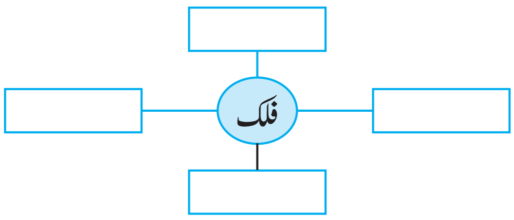

* اس سبق میں جن زبانوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ دو زبانوں کے نام لکھیے۔
* انٹرنیٹ سے اُردو زبان کے پرانے نام معلوم کر کے لکھیے۔
* آپ جو زبانیں پڑھتے ہیں ان کے نام لکھیے۔

عملی قواعد

فعل ناقص/ لازم/ متعدی

فعل اصلی اور فعل معاون کے تعارف میں آپ فعل ناقص سے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ ذیل کے جملوں کو غور سے پڑھیے۔

۱۔ دولت عربی لفظ ہے۔
۲۔ ہماری ساری مصیبتیں آسمان کی گردش کا نتیجہ ہیں۔
۳۔ وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔
۴۔ یہ لفظ ذرا بھاری تھا۔
۵۔ میرے ساتھ نہ آنا، نہیں تو ٹھنڈے ہو جاؤ گے۔
۶۔ ابھی شراپ دوں گا، بھسم ہو جائے گا۔

ان جملوں میں الفاظ 'ہے ، ہیں/ تھے ، تھا / ہو جاؤ گے ، ہو جائے گا' فعل 'ہونا' سے بنے ہیں۔ فعل کی ایسی صورتوں کو فعل ناقص کہتے ہیں اور ان کا تعلق تینوں زمانوں سے ہوتا ہے۔

* ذیل کے ویب خاکے کو مکمل کیجیے۔

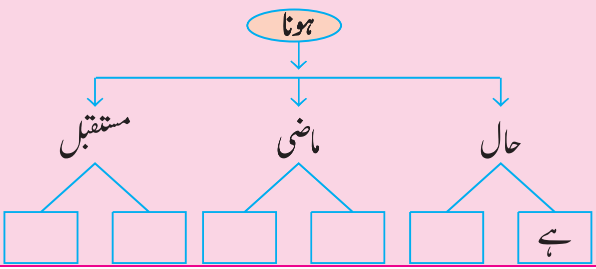

زبان استعمال کرتے وقت اکثر جملوں میں "کام کرنے والا" / اور/ "وہ چیز جس پر کام کا اثر ہوتا ہے" جیسے عوامل موجود ہوتے ہیں مثلاً ذیل کے خاکے کو بغور دیکھیے اور پڑھیے :

ہندوستان کے باہر کا آدمی	ہندی حرفوں کو	بول نہ سکے گا
کام کرنے والا	جس پر کام کا اثر پڑا	کام
فاعل	مفعول	فعل

فاعل، مفعول اور فعل جملے کے تین اجزا ہیں۔

اب یہ جملے پڑھیے :

۱۔ ہم پسند کرتے ہیں۔
۲۔ لکڑ ہارا چلا گیا۔
۳۔ کاتب نے لکھا۔

ان جملوں میں 'ہم/لکڑ ہارا/ کاتب' فاعل ہیں۔ 'کرتے ہیں/ چلا گیا/ لکھا' فعل ہیں۔ ان جملوں میں مفعول نہیں ہیں پھر بھی جملوں سے پوری بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ایسے جملوں کے فعل کو 'فعل لازم' کہتے ہیں اور ان میں فعل کا اثر فاعل پر پڑتا ہے مثلاً رونا، ہنسنا، آنا، جانا، سونا، مرنا وغیرہ فعل لازم ہیں۔

اب یہ جملے غور سے پڑھیے : ۱۔ مولانا آزاد نے جاری کیا۔
۲۔ وہ ادا نہیں کر سکتے۔ ۳۔ شاعر سناتا ہے۔

ان جملوں میں 'مولانا آزاد، وہ، شاعر' فاعل ہیں اور 'جاری کیا، نہیں کر سکتے، سناتا ہے' فعل ہیں۔ لیکن یہ جملے اپنا پورا مطلب واضح نہیں کرتے۔ جب ہم کہیں گے کہ ۱۔ مولانا آزاد نے اخبار جاری کیا۔ ۲۔ وہ خاص عربی حروف ادا نہیں کر سکتے۔ ۳۔ شاعر غزل سناتا ہے۔

تبھی ان جملوں کا مطلب سمجھ میں آئے گا یعنی یہاں الفاظ 'اخبار، خاص عربی حروف، غزل' بڑھائے گئے ہیں جو اِن جملوں کے مفعول ہیں۔ وہ جملہ جو اپنے فاعل کے ساتھ مل کر پورے معنی نہیں دیتا بلکہ اس کا مطلب پورا ہونے کے لیے مفعول بھی ضروری ہے، ایسے جملے کے فعل کو 'فعل متعدی' کہتے ہیں مثلاً کھانا، پینا، پڑھنا، سونگھنا وغیرہ۔

ذیل کے جملوں کو ان کے تین اجزا میں تقسیم کیجیے۔

۱۔ وہ ہندی حرفوں کو کبھی نہ بول سکے گا۔
۲۔ فارسی والوں نے یہ لفظ بدل دیا۔
۳۔ وہ ہر سکہ پرکھتے ہیں۔